دسمبر 2009ء

زیر انتظام **جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ**

زاہد کالونی عقب جوہر کالونی، سرگودھا فون نمبر: 048-3021536

اہل ایمان کیلئے عظیم خوشخبری

ہم انتہائی مسرت کے ساتھ اعلان کرتے ہیں کہ حضرت آیت اللہ علامہ شیخ محمد حسین نجفی کی شہرۂ آفاق تصانیف بہترین طباعت کے ساتھ منصۂ شہود پر آچکی ہیں۔

۱۔ **فیضان الرحمن فی تفسیر القرآن** کی مکمل ۱۰ جلدیں موجودہ دور کے تقاضوں کے مطابق ایک ایسی جامع تفسیر ہے جسے بڑے مباہات کے ساتھ برادران اسلامی کی تفاسیر کے مقابلے میں پیش کیا جاسکتا ہے مکمل سیٹ کا ہدیہ صرف دوہزار روپے۔

۲۔ **زاد العباد لیوم المعاد** اعمال وعبادات اور چہاردہ معصومین کے زیارات، سر سے لیکر پاؤں تک جملہ بدنی بیماریوں کے روحانی علاج پر مشتمل مستند کتاب منصۂ شہود پر آگئی ہے۔

۳۔ **اعتقادات امامیہ** ترجمہ رسالہ لیلیہ سرکار علامہ مجلسیؒ جو کہ دو بابوں پر مشتمل ہے پہلے باب میں نہایت اختصار و ایجاز کے ساتھ تمام اسلامی عقائد واصول کا تذکرہ ہے اور دوسرے باب میں مہد سے لیکر لحد تک زندگی کے کام انفرادی اور اجتماعی اعمال وعبادات کا تذکرہ ہے تیسری بار بڑی جاذب نظر اشاعت کے ساتھ مزین ہوکر منظر عام پر آگئی ہے ہدیہ صرف تیس روپے۔

۴۔ **اثبات الامامت** آئمہ اثناعشر کی امامت وخلافت کے اثبات پر عقلی ونقلی نصوص پر مشتمل بے مثال کتاب کا پانچواں ایڈیشن

۵۔ **اصول الشریعہ** کا نیا پانچواں ایڈیشن اشاعت کے ساتھ مارکیٹ میں آگیا ہے ہدیہ ڈیڑھ سو روپے۔

۶۔ **تحقیقات الفریقین** اور **اصلاح الرسوم** کے نئے ایڈیشن قوم کے سامنے آگئے ہیں۔

۷۔ **قرآن مجید مترجم** اردو مع خلاصۃ التفسیر منصۂ شہود پر آگئی ہے جسکا ترجمہ اور تفسیر فیضان الرحمن کا روح رواں اور حاشیہ تفسیر کی دس جلدوں کا جامع خلاصہ ہے جو قرآن فہمی کے لئے بے حد مفید ہے۔ اور بہت سی تفسیروں سے بے نیاز کردینے والا ہے۔

۸۔ **وسائل الشیعہ** کا ترجمہ تیرہویں جلد بہت جلد بڑی آب وتاب کے ساتھ قوم کے مشتاق ہاتھوں میں پہنچنے والا ہے۔

۹۔ **اسلامی نماز** کا نیا ایڈیشن بڑی شان وشکوہ کے ساتھ منظر عام پر آگئی ہے۔

منجانب منیجر مکتبۃ السبطین 296/9 بی سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودہا

جلد: ۱۳ | دسمبر ۲۰۰۹ء | شمارہ: ۱۲

زیر سرپرستی

مرجع شیعیان جہاں مفسر قرآن
آیت اللہ علامہ محمد حسین النجفی مدظلہ العالی
موسس جامعہ علمیہ سلطان المدارس

مجلس نظارت

مولانا الحاج ظہور حسین خان نجفی
مولانا محمد نواز قمی
مولانا نصرت عباس مجاہدی قمی
مولانا محمد حیات جوادی
مولانا حامد علی

مدیر اعلیٰ: ملک ممتاز حسین اعوان
مدیر: گلزار حسین محمدی
پبلشر: ملک ممتاز حسین اعوان
مطبع: انصار پریس بلاک ۱۰
مقام اشاعت: سلطان المدارس سرگودہا
کمپوزنگ: علی حیدر

فہرست مضامین

زرتعاون 200 روپے
لائف ممبر 5000 روپے

معاونین: محمد علی سندرانہ (بھلوال)، مولانا ملک امداد حسین (خوشاب)، سید لال حسین (میانوالی)، مخدوم غلام عباس (مظفر گڑھ)، علی رضا صدیقی (ملتان)، میاں عمار حسین (جھنگ)، سید ارشاد حسین (بہاولپور)، مشتاق حسین کوثری (کراچی)، مولانا سید منظور حسین نقوی (منڈی بہاؤالدین)، سید برات حسین (بہاولپور)، ڈاکٹر محمد افضل (سرگودھا)، ملک احسان اللہ (سرگودہا)، ملک محسن علی (سرگودہا)، غلام عباس گوہر (ڈی آئی خان)، مولانا محمد عباس علوی خوشاب، چوہدری دلاور باجوہ (سرگودہا)۔

SIBTAIN.COM

اداریہ

عشرہ محرم الحرام کے
تقاضے اور ہماری ذمہ داریاں

عشرہ محرم الحرام کی آمد آمد ہے شہید کربلا نواسۂ رسولؐ کی بے مثال قربانی کی یاد منانے کے لئے اہل ایمان تیاریوں میں مصروف ہیں شہید اعظم امام حسین علیہ السلام اور جانثار ساتھیوں کی کربلا کے لق و دق صحرا میں ایمان افروز قربانی کی یاد ہر مسلمان اپنے اپنے نظریے اور طریقے سے مناتے ہیں اسلامی ممالک میں عشرہ محرم الحرام کے دوران شہداء کربلا کی قربانی کے حالات واقعات اور شہدائے کربلا کی شہادت کے مقاصد پر روشنی ڈالی جاتی ہے ریڈیو اور ٹی وی پر علماء و دانشور شہداء کربلا کو نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں عشرہ محرم الحرام میں ہر طرف یا حسین یا حسین کی آوازوں سے زمانہ گونج رہا ہوتا ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم شہادت امام مظلوم کے مقاصد کو سمجھیں اور آپ کی شہادت کا ابدی پیغام عام لوگوں تک پہنچائیں شہید کربلا کی یاد مکتب تشیع کے لوگ خاص طور پر مناتے ہیں امام بارگاہوں میں مجالس عزاء کا انعقاد کیا جاتا ہے عزادارن حسین ماتمی جلوس برآمد کرکے ہر خاص و عام کو واقعات کربلا کی طرف متوجہ کرتے ہیں اصلاح احوال کے لئے ہم چند ایک رہنما اصول تحریر کر رہے ہیں تاکہ حقیقی طور پر کربلا کے شہداء کا تعارف کرایا جاسکے اور ملت اسلامیہ میں ایثار و قربانی کے جذبات کو فروغ دیا جاسکے۔

یاد حسین منانے والوں میں بانیان مجالس کا کردار اہم ہے اس لئے بانیان مجالس کا فرض ہے کہ وہ منبر حسینی پر ان لوگوں کو متعارف کرائیں جو علم و عمل کا پیکر ہوں اور اصلاح ملت کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں نیم خواندہ اور ان پڑھ لوگوں سے دامن چھڑایا جائے اور جھوٹ اور افتراء پردازیاں کرنے والے واعظین و ذاکرین کو منبر کے قریب نہ لایا جائے اگر بانیان مجالس خود اپنی اصلاح کرلیں اور مصلح قسم کے واعظین کو منبر پر لائیں تو بدعملی اور بدعقیدتی کے بادل جلد چھٹ جائیں گے دوسرا طبقہ واعظین و ذاکرین کا ہے جنہیں ہمیشہ یہ خیال کرنا چاہیے کہ یہ کوئی پیشہ نہیں ہے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ذریعہ ہے علماء و واعظین اپنے خطابات میں مقصد شہادت حسین بیان کریں اور مقصد عزاداری کا فلسفہ عوام تک پہنچائیں لچھے دار اور بے وزن نکتے بیان کرنے کی بجائے قرآن و حدیث اور تاریخ کے مسلمہ واقعات بیان کریں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اپنا وظیفہ بنائیں فرقہ واریت اور نفرت انگیز بیانات سے احتراز فرمائیں تیسرا طبقہ ماتمی حضرات کا ہے ان سے گزارش ہے کہ سادگی اور فطری تقاضوں کو سامنے رکھ کر مظلوم کا ماتم اور گریہ کریں دوران جلوس مساجد کے سامنے غیر ضروری آوازے نہ کسیں اور کسی دوسرے مسلمان کی دل آزاری کا سبب نہ بنیں آذان اور نماز کے اوقات میں جلوس روک کر نماز ادا کریں اور شہداء کربلا کی کربلا میں نماز کی یاد تازہ کریں۔ اس وقت ملک نازک

بقیہ صفحہ ۴ پر ملاحظہ فرمائیں

SIBTAIN.COM

باب العقائد

امور تکوینیہ کی انجام دہی ائمہ طاہرینؑ کے متعلق نہیں ہے

از قلم آیۃ اللہ علامہ محمد حسین نجفی موسس و پرنسپل سلطان المدارس

امور تکوینیہ (خلق، رزق، اماتت، احیاء اور شفاء امراض وغیرہ) میں ان بزرگواروں کا منصب و مقام بارگاہ قدرت میں لوگوں کی شفاعت و سفارش کرنا ہے۔ جہاں تک ان کی انجام دہی کا تعلق ہے اور پھر وہ بھی بطور وظیفہ و ڈیوٹی وہ قطعاً ان کے متعلق نہیں ہے نہ بطور تفویض نہ بلحاظ توکیل اور نہ بصورت آلات وغیرہ۔ تو اس سے ارباب عقل سلیم و طبع مستقیم کے لئے یہ معمہ خود حل ہو جاتا ہے کہ جب یہ امور خداوند عالم نے ان کے قبضہ و اختیار میں دیئے ہی نہیں۔ (بل لہ الخلق و الامر) تو پھر امور کو ان حضرات سے طلب کرنا اور ان کے متعلق براہ راست ان سے اس طرح مدد مانگنا کہ وہ خود اولاد دیں، یا رزق دیں یا بیمار کو شفاء دیں۔ وعلیٰ ہذا القیاس دوسرے تکوینی امور کو انجام دیں۔ اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ اگر بفرض محال چند لمحات کے لئے تفویض غیر استقلالی کو تسلیم بھی کر لیا جائے۔ کہ باذن اللہ ان امور کی انجام دہی ان کے سپرد ہے تاہم ان امور میں ان کی طرف رجوع کرنا ایک بے معنی سی بات ہے۔ کیونکہ بنابریں کرتا تو پھر بھی یہ سب کام خدا ہی ہے ہاں صرف ان کا اظہار و اجراء ان کے ذریعہ ہوتا ہے۔ مگر یہ حضرات اپنی مرضی و منشاء سے وہ کچھ بھی نہیں کرتے۔ و ھم بامرہ یعملون

اندریں حالات ظاہر ہے کہ رجوع اسی ذات قادر و قیوم کی طرف ہی کیا جائے گا۔ جس کے قبضہ قدرت میں ان تمام امور کی بست و کشاد ہے (تبارک الذی بیدہ الملک و ھو علی کل شئی قدیر) جیسا کہ ملائکہ جو مدبرات امر ہیں۔ اور تدبیر عالم میں بمنزلہ آلات خداوندی ہیں۔ یعنی خداوند عالم روحیں بذریعہ ملک الموت قبض کرتا ہے۔ رزق بتوسط میکائیل تقسیم فرماتا ہے اور حفاظت بواسطہ جبرئیل کرتا ہے (الی غیر ذالک) تو کیا کبھی کسی شخص نے ان فرشتوں سے مدد طلب کی ہے؟ کہ میری روح قبض نہ کرو، یا میری روزی فراخ کر دو، یا میری حفاظت کرو۔ کیوں؟ صرف اس لئے کہ ان امور کی انجام دہی میں ان فرشتوں کی ذاتی مرضی و منشا کو کوئی دخل نہیں ہے۔ نہ یہ کچھ بڑھا سکتے ہیں اور نہ گھٹا سکتے ہیں۔ بل عباد مکرمون لا یسبقونہ بالقول و ھم بامرہ یعملون۔ یہی وجہ ہے کہ باوجودیکہ دینی امور میں تفویض ثابت ہے مگر آج تک کسی مومن نے ائمہ اطہارؑ سے یہ گزارش کرنے کی جرات نہیں کی۔ کہ میرے آقا۔ فلاں چیز کو حلال بنا دو یا فلاں چیز کو حرام قرار دے دو۔ یا فلاں واجب کے ترک کرنے یا فلاں حرام کے بجا لانے کی مجھے رخصت دے دو۔ (معاذ اللہ) کیوں؟ فقط اس

SIBTAIN.COM

لئے کہ وہ ماتشا ئون الا ان یشاء اللہ کے مصداق ہیں۔ خدا کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام قرار دینے والے ہیں۔ نظام شریعت میں انہیں کسی قسم کا کچھ تغیر وتبدل کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں لیکن جب تکوینی امور میں سرے سے تفویض ثابت ہی نہیں نہ استقلالی اور نہ غیر استقلالی۔ پھر خلق کرنے، رزق دینے اور مارنے وجلانے جیسے اُمور میں ان سے مدد مانگنے کا کیا محل باقی رہ جاتا ہے۔

ہاں چونکہ ان امور میں ان ذوات مقدسہ کا کام ہماری شفاعت اور سفارش کرنا ہے لہٰذا ان کے ظاہری حین حیات کی طرح اب بھی ان کی بارگاہ معلیٰ میں یہ استدعا کرنا صحیح ہے کہ وہ بارگاہ خداوندی سے ہمارے یہ کام انجام دلوادیں یعنی بطور وسیلہ وشفاعت ان سے مدد مانگنا درست ہے ظاہر ہے کہ کسی کام کو کسی اور ہستی سے انجام دلوا دینا بھی ایک قسم کی مدد ہے۔ اس لئے بطور وسیلہ "یا علی مدد" کہنا اور ان کو "حلال مشکلات" بلکہ مشکل کشائے عالم سمجھنا یقیناً صحیح ہے۔ کوئی مومن عارف اس کا انکار نہیں کرسکتا۔

☆☆☆☆☆☆☆

بقیہ اداریہ

صورت حال سے دوچار ہے۔ تمام مکاتب فکر کے ساتھ ہم آہنگی کی ضرورت ہے باہمی اتحاد ویگانگت سے عشرہ محرم الحرام منایا جائے تا کہ کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آئے عزاداری مظلوم کربلا سے متعلق تمام طبقات دہشت گردوں کے عزائم کو خاک میں ملانے کے لئے حکومت کا ساتھ دیں قانون نافذ کرنے والے اداروں سے بھرپور تعاون کریں تا کہ امن وسلامتی کی راہ پیدا ہو اور اسلام دشمن اپنے ارادوں میں ناکام ہوجائیں بانیان مجالس اور حکومتی ادارے مل کر حفاظتی انتظامات پر خاص توجہ دیں تا کہ ملک دشمن اسلام دشمن اور انسانیت کے دشمن ناکام نامراد ہوں۔

حکومت وقت سے ہماری گزارش ہے کہ عوام کی جان ومال کی حفاظت کو یقینی بنایا جائے اور کشت وخون کرنے والوں سے آہنی ہاتوں سے نمٹا جائے اللہ تعالیٰ تمام اسلامی ممالک کو بالعموم اور پاکستان کو بالخصوص امن وآشتی کا گہوارہ بنائے۔

بقیہ باب الحدیث

۵۔ پانچواں حق یہ ہے کہ تم پیٹ بھر کر کھانا نہ کھاؤ جبکہ وہ بھوکا ہو اور تم شکم سیر ہوکر پانی نہ پیو جبکہ وہ پیاسا ہو اور تم لباس نہ پہنو جبکہ وہ ننگا ہو۔

۶۔ چھٹا حق یہ ہے کہ اگر تمہارا خادم ہے اور اس کا نہیں ہے کہ تم پر لازم ہے کہ اپنا خادم اسکے پاس بھیجو تا کہ وہ اسکے کپڑے دھوئے، کھانا پکائے اور بستر بچھائے۔

۷۔ اور ساتواں حق یہ ہے کہ اگر وہ کوئی قسم کھائے تو تم اسے پورا کرو، وہ دعوت دے تو اسے قبول کرو۔ اگر بیمار ہو تو اسکی عیادت کرو۔ اور اگر مرجائے تو اسکے جنازہ میں شرکت کرو۔ اور اگر تمہیں معلوم ہوجائے کہ وہ تم سے کوئی خواہش رکھتا ہے۔ تو اس کے کہنے سے پہلے اسے پورا کرو۔ تا کہ اسے کہنے کی قدرت نہ رہے (جب تم ایسا کروگے تم اپنی ولایت کو خدا کی ولایت سے ملانے والے قرار پاؤ گے۔ (اصول کافی)

SIBTAIN.COM

باب الاعمال

کچھ رضا بالقضا کے بارے میں

از قلم آیۃ اللہ علامہ محمد حسین نجفی موسس و پرنسپل سلطان المدارس

رضا بالقضا:

اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان یہ جانتے ہوئے کہ دکھ ہو یا سکھ، رنج ہو یا راحت، غم ہو، یا فرحت فقر ہو یا غنا، صحت ہو یا مرض، موت ہو یا حیات، سب خدائے عادل و مہربان کی طرف سے ہیں۔ نیز یہ بھی یقین ہو کہ خدا اپنے بندوں کے ساتھ وہی سلوک کرتا ہے جس میں ان کی بہتری ہوتی ہے اگرچہ وہ اس کی مصلحت کو نہ بھی سمجھ سکیں اور یہ بھی علم ہو کہ حزن و بے قراری یا ناراضی اور اعتراض کرنے سے خدا کی قضا بدل بھی نہیں سکتی، ہر حالت میں راضی برضائے الٰہی رہے اور کسی حالت میں بھی نہ خدا پر ناراض ہو اور نہ ہی زبان اعتراض دراز کرے، اس کا فائدہ یہ ہے کہ انسان کا دل و دماغ ہر قسم کے فکر و غم سے آزاد ہو جاتا ہے۔

سچ ہے کہ

رنج سے خوگر ہوا انسان تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہوگئیں

حدیث قدسی میں وارد ہے۔ خدا فرماتا ہے: "من لم یرض بقضائی و لم یصبر علی بلائی و لم یشکر نعمائی فلیخرج من ارضی و سمائی و لیطلب ربا سوای"۔ "جو شخص میری قضا و قدر پر راضی نہیں رہ سکتا، میری نازل کردہ بلا و مصیبت پر صبر نہیں کر سکتا اور میری نعمتوں پر شکر نہیں کر سکتا اسے چاہیے کہ میری زمین و آسمان سے نکل جائے اور کوئی اور پروردگار تلاش کرے" (الجواہر السنیہ) اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تکلیف و مصائب کے ازالہ کے جو ظاہری علل و اسباب ہیں ان کو بروئے کار نہ لائے اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھا رہے۔ نہیں بلکہ مقدور بھر کوشش کرے مگر نتیجہ کو خدا پر چھوڑ دے اور اگر اس کی کوئی تدبیر کارگر ثابت نہ ہو تو سمجھ لے کر تقدیر کچھ اور ہے کیونکہ

تدبیر کے پر جلتے ہیں تقدیر کے آگے

اور پھر صبر و شکر سے کام لے کر مہر بلب ہو جائے جو کچھ بیان کیا گیا ہے درحقیقت اسلام جس توکل و اعتماد علی اللہ پر بہت زور دیتا ہے۔ اس کا بھی صحیح مفہوم یہی ہے کہ حتمکنہ سعی و کوشش کر کے نتیجہ خدا پر چھوڑ دیا جائے۔

گفت پیغمبر بآواز بلند
بر توکل زانوئے اشتر بہ بند

SIBTAIN.COM

خدا پر توکل کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ آدمی ہاتھ پہ ہاتھ دھرے منتظر فردا ہو۔

۲۔قصر امل:

اخلاقی مطہرات میں سے ایک قصر الامل (امیدوں کا مختصر کرنا) بھی ہے لمبی امیدیں باندھنا کہ میں بوڑھا ہو کہ یہ کروں گا اتنے سال کے بعد وہ کروں گا۔ ہنوز بڑا وقت ہے فلاں وقت ایسا کروں گا۔ یہ بڑی خطرناک قلبی بیماری ہے جس کا سبب حب دنیا اور جہالت ہے اس کا نتیجہ ترک اطاعت، حرص، طمع، آخرت کی فراموشی اور دل کی سختی ہے جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ان اخوف ما اخاف علیکم اثنان اتباع الھوی و طول الامل اما اتباع الھوی فیصد عن الحق و اما طول الامل فینسی الاخرۃ (نہج البلاغہ) مجھے تمہارے متعلق سب سے زیادہ خطرہ دو چیزوں کا ہے ایک خواہش نفسانیہ کی پیروی۔ دوسری لمبی امیدیں کیونکہ خواہش کی اتباع آدمی کو حق سے باز رکھتی ہے اور لمبی امیدیں آخرت بھلا دیتی ہیں۔ حدیث میں وارد ہے۔" اذا اصبحت فلا تحدث نفسک بالمساء و اذا امسیت فلا تحدث نفسک بالصباح" جب صبح کرو تو نفس سے شام کی بات نہ کرو اور جب شام کرو تو صبح کی بات نہ کرو، نہ معلوم شام یا صبح ہوتے ہوتے کیا انقلاب رونما ہو جائے جو کچھ کرنا ہے آج کرلو۔ ما تدری ما اسمک غداً۔ تجھے کیا معلوم کہ تیرا نام کل کیا ہوگا۔ (زندوں کی فہرست میں ہوگا یا مردوں کی لسٹ میں؟) لہٰذا انسان کو چاہیے کہ جب مستقبل کے بارے میں کوئی بات کرے کہ ایسا کروں گا تو "انشاء اللہ" ضرور کہے۔ اپنی امیدوں اور آرزؤں کو جس قدر ہو سکے مختصر کرے اور وقت موت کی آمد کا منتظر رہے۔ لہٰذا عقل مندی یہ ہے کہ

ہر چہ گیرید مختصر گیرید
فان الموت یاتیک و لو صیرت قارونا

☆☆☆☆☆

SIBTAIN.COM

خریداران سے گزارش

دقائق اسلام کے بارے میں تجاویز
وشکایات وترسیل زر درج ذیل پتہ پر کریں

گلزار حسین محمدی مدیر دقائق اسلام
زاہد کالونی عقب جوہر کالونی سرگودہا
موبائل نمبر: 0301-6702646

باب التفسیر

پیغمبر اسلامؐ کی بعثت اہل ایمان پر خدا کا بڑا احسان ہے

از قلم آیۃ اللہ علامہ محمد حسین نجفی موسس و پرنسپل سلطان المدارس

سورہ آل عمران

لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلو علیھم آیاتہ و یزکیھم و یعلمھم الکتاب والحکمۃ و ان کانوا من قبل لفی ضلالٍ مبین (۱۶۴)

ترجمہ: اللہ نے ہمیشہ اہل ایمان پر یہ بہت بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں انہی میں سے ایک پیغمبر بھیجا۔ جو ان کے سامنے آیات الٰہی کی تلاوت کرتا ہے۔ ان کو پاکیزہ کرتا ہے۔ (انکی اصلاح کرتا ہے) اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ وہ اس سے پہلے کھلی ہوئی گمراہی میں تھے۔ (۱۶۴)

جب پیغمبر اسلام رحمۃ للعالمین اور نذیراً للعالمین ہیں۔ اور انکی بعثت تمام عالمین پر خالق دو جہاں کا احسان و انعام ہے تو یہاں اس احسان کو صرف اہل ایمان تک کیوں محدود رکھا گیا ہے کہ خدا نے اہل ایمان پر احسان فرمایا ہے کہ باعتبار لغت انکی جنس سے اور باصطلاح منطق ان کی نوع سے ایک عظیم الشان پیغمبر مبعوث فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک آپ رحمۃ للعالمین ہیں۔ نذیراً للعالمین ہیں۔ اور آپکی بعثت خدائے کریم کا عالمین پر احسان عظیم ہے۔ مگر یہ نتیجہ کے اعتبار سے خبر دی گئی ہے کہ اس عالمی نبی رحمت کی رحمت و رسالت سے فیض وہی خوش قسمت لوگ پائیں گے جو اہل ایمان ہونگے۔ باقی بد قسمت لوگ محروم ہی رہیں گے۔ یہ بالکل اسی طرح ہے جس طرح قرآن مجید کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ ھدی للمتقین ہے۔ حالانکہ وہی ھدی للناس ہے۔ ھدی للعالمین ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ اس لئے کہ اس سے فائدہ صرف پرہیزگار لوگ ہی اٹھائیں گے دوسری یہ کہ علم الکلام میں ثابت کیا جا چکا ہے کہ خداوند عالم پر ازراہ لطف انبیاء کا بھیجنا واجب ہے اور ظاہر ہے کہ واجب کی ادائیگی کوئی احسان نہیں ہوتا۔ پھر یہ احسان کیسا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ "اول" تو یہ واجب دوسرے شرعی واجبات کی طرح نہیں ہے کہ کسی اور حاکم اعلیٰ نے خدا پر لازم قرار دیا ہو۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا کے شایان شان یہ ہے اور اس نے ازراہ لطف و کرم اپنے اوپر فرض قرار دیا ہے جیسے آیت کتب علی نفسہ الرحمۃ میں وارد ہے کہ خدا نے لوگوں پر رحم کرنا اپنی ذات پر فرض قرار دے دیا ہے۔ لہٰذا جس طرح خدا کا اپنی ذات پر یہ فرض قرار دینا احسان ہے اسی طرح انبیاء کا بھیجنا بھی اس کا احسان ہے۔ بقول مولانا عمار علی صاحب "جیسے کہ آدمی پر زکوۃ واجب ہوتی ہے۔ اور جب وہ کسی دوسرے کو دیتا ہے تو اس پر اس کا احسان ہوتا ہے ایسے ہی خدائے تعالیٰ پر پیغمبر بھیجنا واجب ہے۔ اور جس وقت اس کو بھیجا اور مومنین نے اس سے فائدہ حاصل کیا تو خدائے تعالیٰ کا ان پر احسان ہوا" (عمدۃ البیان)

SIBTAIN.COM

باب الحدیث

کچھ برادران ایمانی کے حقوق کے بارے میں

ازقلم آیۃ اللہ علامہ محمد حسین نجفی موسس و پرنسپل سلطان المدارس

اسلام نے جس قدر انسانی حقوق پر زور دیا ہے اسکی ادیان عالم میں مثال نہیں ملتی۔ مثلاً خدا کے حقوق بندوں پر اور بندوں کے حقوق خدا پر نبی و رسول کے حقوق امت پر اور امت کے حقوق نبی و رسول پر امام کے حقوق غلاموں پر اور غلاموں کے حقوق اماموں پر، مومنین کے حقوق مومنین پر اور مسلمانوں کے حقوق مسلمانوں پر، برادری کے حقوق برادری پر اور باپ کے حقوق اولاد پر اور اولاد کے حقوق والدین پر اور بزرگوں کے حقوق خوردوں پر اور خوردوں کے حقوق اپنے بزرگوں پر علی ھذا القیاس۔

SIBTAIN.COM

یہاں سردست ان بعض حقوق کا تذکرہ کیا جاتا ہے جو ایمانی نقطۂ نگاہ سے بعض اہل ایمان کو دوسرے اہل ایمان پر حاصل ہیں

ا۔ چنانچہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے فرمایا ایک مومن کا اپنے دوسرے برادر مومن کا ایک حق یہ ہے کہ اگر وہ بھوکا ہو تو اسکی شکم سیری کا انتظام کرے دوسرا حق یہ ہے کہ اگر وہ ننگا ہو تو اسکی ستر پوشی کا اہتمام کرے تیسرا حق یہ ہے کہ اگر وہ مقروض ہو تو اس کا قرضہ ادا کرے چوتھا حق یہ ہے کہ اسکی پریشانی کا ازالہ کرے۔ اور پانچواں حق یہ ہے جب اس کا برادر مومن مر جائے تو یہ اسکے اہل وعیال اور مال و منال میں اس کا خلیفہ و جانشین ہے (اصول کافی)

۲۔ معلی بن خنیس بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر کیا حق ہے؟ فرمایا سات حقوق واجب ہیں اگر ان میں سے کسی ایک حق کو بھی ضائع کرے گا تو وہ خدا کی ولایت اور اسکی اطاعت سے خارج ہو جائے گا۔ عرض کیا وہ کیا حقوق ہیں؟ فرمایا اے معلی مجھے اندیشہ ہے کہ تم ان کو ضائع نہ کرو۔ اور ایسا نہ ہو کہ ان کا علم تو حاصل کرو۔ مگر اس پر عمل نہ کرو۔ عرض کیا لاقوۃ الا باللہ اللہ تعالیٰ ان کی ادائیگی کی مجھے ہمت عطا فرمائے۔

ا۔ ان سات حقوق میں آسان ترین حق یہ ہے کہ برادر مومن کے لیئے وہ کچھ پسند کرو جو کچھ اپنے لئے پسند کرتے ہو اور اسکے لئے وہ کچھ ناپسند کرو جو اپنے لئے ناپسند کرتے ہو۔

۲۔ دوسرا حق یہ ہے کہ اسکی ناراضی سے بچو، اسکی رضامندی طلب کرو اور اسکے حکم کی تعمیل کرو۔

۳۔ تیسرا حق یہ ہے کہ اپنے ہاتھ، زبان اور مال کے ساتھ اسکی اعانت وامداد کرو۔

۴۔ چوتھا حق یہ ہے کہ اسکی نگہبانی کرو۔ اور اسکی رہنمائی کرو۔

بقیہ صفحہ نمبر ۴۴ پر ملاحظہ فرمائیں

باب المسائل

سوالات کے جوابات

مطابق فتاویٰ آیت اللہ محمد حسین نجفی دام ظلہ العالی

گذشتہ سے پیوستہ عالی جناب سید عارف حسین شاہ ایم۔اے۔ آف پہاڑپور ڈیرہ اسماعیل کے سوالات کے جوابات

سوال ۱۴۷: قبل از اسلام بنو ہاشم اور بنو امیہ کے درمیان کسی دیرینہ جنگ وجدل یا رقابت کا کوئی قابل ذکر واقعہ تاریخ میں ملتا ہے؟

الجواب: باسمہ سبحانہ جناب ہاشم (خاندان رسالت کے جد اعلیٰ) اور عبدالشمس (خاندان بنی امیہ کا جد اعلیٰ) سگے اور جڑواں بھائی تھے وہ اس طرح جڑواں پیدا ہوئے تھے کہ ان کے پاؤں کا پنجہ پیشانی سے چپکا ہوا تھا جسے تلوار کے ذریعہ سے علیحدہ کیا گیا جسکی وجہ سے بہت سا خون بہا جسکی وجہ سے نجومیوں نے پیشنگوئی کی تھی کہ ان کے درمیان خونریز جنگ ہوگی۔ چنانچہ حالات نے اس پر مہر تصدیق ثبت کردی۔ جناب ہاشم ہوں یا انکی اولاد وہ ہمیشہ سیادت و قیادت کی مسند پر فائز رہے اور عبدالشمس ہو یا اسکی اولاد وہ اس اعزاز سے محروم رہے۔ جسکی وجہ سے وہ بنی ہاشم سے حسد کرتے رہے اور بغض و کینہ رکھتے رہے۔ اگرچہ قبل از اسلام بھی ان کے درمیان کشمکش تو رہتی تھی۔ مگر کسی باقاعدہ جنگ کا واقعہ تاریخ میں نہیں ملتا۔ البتہ حضرت رسول خداؐ کے اعلان کے بعد پہلے مکہ اور ہجرت کے بعد مدینہ میں پہلے ابوسفیان نے آپ کی کھل کر مخالفت کی اور مکمل کئی جنگیں لڑیں۔ اگرچہ فتح مکہ کے بعد اس نے حالات کے ہاتھوں مجبور ہو کر بظاہر اسلام کا لبادہ تو اوڑھ لیا۔ مگر دل نفاق و شقاق سے پاک و صاف نہ ہو سکا چنانچہ اسکے بیٹے نے حضرت امیر علیہ السلام کے ظاہری دور خلافت میں بھی وہ کچھ کیا جو اس کا باپ بھی نہ کرسکا تھا اور اسکے بعد اسکے بیٹے (یزید) نے آل رسول کے ساتھ وہ کچھ کیا جو اس کا باپ اور دادا بھی نہ کرسکے تھے۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

سوال ۱۴۸: شہادت جناب امام حسنؑ کے بعد امام حسینؑ نے معاویہ کے خلاف قیام نہ فرمایا؟ جبکہ معاہدہ صلح تو وہ پہلے ہی پامال کرچکا تھا اور شہادت امام حسنؑ کے بعد تو ویسے بھی ختم ہوگیا تھا۔ اور امیر شام کے جرائم یزید سے کچھ کم نہ تھے بلکہ وہ بیٹے سے بھی زیادہ کرتا تھا۔ وضاحت فرمائیں؟

الجواب: باسمہ سبحانہ اس سوال کا جواب تاریخ اسلام کے طالب علموں پر بالکل واضح ہے کیونکہ جب حالات وکوائف سے مجبور ہو کر حضرت امام حسن علیہ السلام نے معاویہ کے ساتھ صلح کی تھی اور خانہ نشینی اختیار کی تھی۔ وہ حالات امام حسنؑ کی شہادت کے بعد بھی نہ صرف یہ کہ بدستور موجود تھے۔ بلکہ اس سے بھی بدتر

SIBTAIN.COM

تھے۔ تو جن حالات کی وجہ سے امام حسنؑ قیام نہ کر سکے انہی حالات کی بنا پر امام حسین علیہ السلام بھی قیام نہ کر سکے مولانا وحید الزمان لکھتے ہیں "اللہ تعالیٰ اس بات کا گواہ ہے کہ ہمارے امام اور شاہزادے نے اپنی خوشی کے ساتھ خلافت معاویہ کو نہیں دی۔ بلکہ مجبوری سے آپ نے دیکھا کہ میرے ساتھی لوگ در پردہ معاویہ سے سازش رکھتے ہیں اور معاویہ جنگ پر تلا ہوا ہے۔ آپ معاویہ کو ظالم و غاصب جانتے تھے۔ اور ہرگز خلافت کا مستحق نہیں جانتے تھے۔ (انوار اللغۃ جلد ۵ اص ۷۲ طبع بنگلور)

یہ بات بھی واضح ہے کہ جانی قربانی پیش کرنا اصلاح اصول کا بالکل آخری حربہ ہوتا ہے۔ امام حسنؑ نے مصالحت کا حربہ استعمال کیا۔ اور جب اس سے اصلاح احوال نہ ہوئی تو حضرت امام حسینؑ نے آخری حربہ استعمال فرمایا علاوہ بریں معاویہ کے دور میں جس قدر بھی جرائم کا ارتکاب کیا گیا مگر بظاہر شریعت کی کسی حد تک پابندی کی جاتی تھی۔ جبکہ یزید نے شریعت محمدی کا قلادہ بالکل اپنی گردن سے اتار دیا تھا اور وہ کھلم کھلا احکام شریعت کی نہ صرف یہ کہ مخالفت کرتا تھا بلکہ ان کا مذاق بھی اڑاتا تھا۔ علاوہ بریں معاویہ نے امام حسنؑ یا امام حسینؑ سے بیعت کا مطالبہ نہیں کیا جبکہ یزید پلید بیعت پر اصرار کرتا رہا ونعم ما قیل

چاہا جب خدا نے یہ بتائے دنیا والوں کو
کہاں پر صلح ہوتی ہے کہاں پر جنگ ہوتی ہے
تو بھیجے اپنی رحمت سے علیؑ کے لاڈلے دونوں
یہ سمجھا جائیں جس پر آج دنیا دنگ ہوتی ہے
وہ آئے اور مسلم کو عمل کر کے یہ بتلایا
یہاں پر صلح ہوتی ہے یہاں پر جنگ ہوتی ہے

سوال نمبر ۱۴۹: اگر یزید بیعت طلبی کے مطالبہ سے پیچھے ہٹ جاتا تو کیا امام واپس وطن جا کر یا کسی اور جگہ تشریف لے جا کر آرام سے زندگی بسر فرماتے۔ کربلا میں امام کی اس قسم کی گفتگو فرمانے کا مقصد کیا تھا؟

الجواب: باسمہ سبحانہ یزید عنید بیعت طلبی پر اصرار کر رہا تھا۔ اور ظاہر ہے کہ اگر امام علیہ السلام اس کے اس مطالبہ کو مان لیتے اور اسکے ہاتھ پر بیعت کر لیتے تو اس طرح خدا کا بنایا ہوا اور امام کے جد نامدار کا لایا ہوا دین اسلام ختم ہو جاتا ہے۔ اور اگر بالفرض اسلام کا نام باقی بھی رہتا تو یزیدیت کا نام اسلام ہوتا اور امام حسین علیہ السلام جیتے جی یہ گوارا نہیں کر سکتے تھے۔ لہذا انہوں نے وہ کچھ کیا جو ان کے منصب و مقام کا تقاضا اور نتیجہ دنیا نے دیکھ لیا کہ

سرداد و نداد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسینؑ

اب رہی یہ بات کہ اگر یزید مطالبہ بیعت سے دستبردار ہو جاتا تو پھر امامؑ کیا اقدام کرتے؟ اسے دخل در معقولات کہتے ہیں۔ نبی ہوں یا امام وہ اپنی شرعی ذمہ داریوں کو ماوشما سے بہتر جانتے ہیں۔ ہم اس مقام پر صرف یہ کہنا چاہینگے کہ اگر ایسا ہوتا تو امام وہ کام و اقدام کرتے جو ان کے مقام و منصب کا تقاضا ہوتا فھو البصر بتکلیفہ تکلیف شرعی وغیرہ۔ اور امام نے کربلا میں جو مصالحانہ گفتگو فرمائی تھی۔ وہ اس لئے تھی تا کہ یزیدی ٹولہ یہ نہ کہہ سکے کہ امام نے ان پر جنگ مسلط کی تھی۔ ورنہ وہ تو امام

SIBTAIN.COM

سے جنگ نہیں کرنا چاہتے تھے۔ الغرض اس طرح امام نے اپنی حکمت عملی سے جارح اور مجروح اور ظالم و مظلوم کا باہمی فرق واضح کر دیا۔ والحمدللہ۔

سوال ۱۵۰: "مکہ یا مدینہ سے روانگی کے وقت کیا امام نے امت مسلمہ کو اجتماعی یا انفرادی طور پر موجود یا غیر موجود افراد کو دعوت قیام دی تھی؟

الجواب: باسمہ سبحانہ نظر بہ بظاہر حالات امام حسینؑ مدینہ سے یا مکہ سے نکلتے یزیدی حکومت کے خلاف کوئی طبل جنگ بجانے نہیں جا رہے تھے کہ امت مسلمہ کو اجتماعی یا انفرادی طور پر دعوت جنگ و جہاد دیتے۔ بلکہ وہ اہل کوفہ جو کہ صوبہ عراق کا مرکزی مقام تھا کی مخلصانہ دعوت پر لبیک کہتے ہوئے تشریف لے جا رہے تھے۔ کہ یہ حالات کا نقشہ بدل گیا۔

اور ان بدلے ہوئے حالات میں امام نے وہ کام کیا جو ان کے منصب و مقام کا شرعی تقاضا تھا۔ الغرض اگر اس وقت امام حسنؑ زندہ ہوتے تو وہ بھی وہ کام کرتے جو امام حسینؑ نے کیا۔ اور اگر امام حسنؑ کے صلح کے وقت زمام کارواں امام حسینؑ کے ہاتھ میں ہوتی تو وہ بھی یقیناً اسی طرح صلح کرتے تھے جس طرح امام حسنؑ نے کی تھی بھلا شہزادے ایسا کیوں نہ کرتے؟ جبکہ ان کے جد بزرگوں نے انے اپنے موقع و محل پر صلح بھی کی تھی۔ اور جنگ بھی لڑی تھی۔ مقصد سب کا ایک تھا کہ اسلام کو بچایا اور پھیلایا جائے اور کفر و شرک کو مٹایا جائے۔

ملک محمد یعقوب ولد ملک غلام حیدر ساکن۔ بھال سیداں تحصیل فتح جنگ ضلع اٹک

گرامی قدر عزت مآب قبلہ محمد حسین نجفی صاحب

بعد از سلام اُمید ہے آپ خیریت سے ہونگے

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپ کو ہمیشہ خیریت سے رکھے اور صحت و تندرستی عطا فرمائے۔

گزارش ہے کہ میں آپ کا عقیدت مند ہوں اور آپکی گراں قدر علمی خدمات کی وجہ سے آپ کی تصانیف کا ادنیٰ سا قاری ہوں۔

"دقائق اسلام" باقاعدگی سے پڑھتا ہوں اور اپنی علمی پیاس بجھانے کی کوشش کرتا ہوں۔

آپ سے ایک مسئلہ کا حل دریافت کرنا مقصود ہے۔ کہ گندم کی پیداوار پر زکوٰۃ دیتے وقت پیداوار کے اخراجات نکال کر باقی گندم پر زکوٰۃ دینی ہوتی ہے یا ساری پیداوار پر زکوٰۃ ادا کرنی پڑتی ہے۔ "دقائق اسلام" کے ذریعہ جواب عطا فرما کر مشکور و ممنون کریں؟ بہت مہربانی ہوگی؟

الجواب: باسمہ سبحانہ احتیاط واجب یہ ہے کہ گندم کی بجائی سے لیکر اسکی کٹائی اور صفائی تک کوئی خرچہ منہا نہ کیا جائے بلکہ اگر پوری آمدنی نصاب کو پہنچ جائے تو سب کی زکوٰۃ ادا کری جائے فقط

والسلام احقر محمد حسین نجفی

عالیجناب حجۃ الاسلام قبلہ مولانا محمد حسین صاحب مدظلہ العالی

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل درج ذیل میں کافی عرصہ کے بعد سوال و اعتراضات اکٹھے کرتا رہا دوسرے مالی مشکلات سے فرصت نہیں۔ آج کا دور ارتقائی و تحقیقاتی دور ہے مختلف

SIBTAIN.COM

نوعیت کے عجیب وغریب، اعتراضات وسوالات سنتے ہیں۔ بہت پریشانی ہوتی ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح و خوشخط تحریر فرمائیں تا کہ اس سے استفادہ کرسکوں اور نجات حاصل ہو۔

سوال ۱: جنگ خندق میں حضرت علی کو ضربت لگی۔ جو دونوں جہانوں کی عبادات سے افضل ہے جسمیں۔ ملائکہ، انبیاء علیہم السلام جن وانس ہر ذی روح شامل ہے۔ کیا یہ درست تسلیم کیا جائے؟

الجواب: باسمہ سبحانہ اپنا سوال درست کریں جنگ خندق میں حضرت علی کو ضربت لگی نہیں تھی بلکہ حضرت علی نے عمرو بن عبدود کے سر پر ماری تھی اور پیغمبر اسلام نے فرمایا تھا ضربت علی یوم الخندق افضل من عبادۃ الثقلین۔ اور ثقلین سے ملائکہ اور انبیاء مراد نہیں ہیں بلکہ جن وانس مراد ہیں اور وہ بھی اس ضربت کے بعد والے۔ کیونکہ جناب امیرؑ نے عمرو بن عبدود کا کام تمام کر کے صرف ایک شخص کو ختم نہیں کیا بلکہ کفار کے ارادوں کو ختم کر کے اسلام اور مسلمانوں کو ابدی ہلاکت سے بچا لیا لہٰذا جن وانس کی عبادات مولا علی کی ضربت کا صدقہ ہے۔ لہٰذا وہ افضل ہے۔

سوال ۲: جب کوئی مر جاتا ہے۔ لوگ فاتحہ کیلئے جاتے ہیں تو انہیں کہا جاتا ہے کہ سپارہ پڑھو جو نہیں پڑھ سکتے ہیں وہ کیا پڑھیں؟

الجواب: باسمہ سبحانہ جو قرآن پڑھا ہوا نہیں ہے وہ صرف سورۃ فاتحہ اور قل ھو اللہ وغیرہ جو کچھ اسے یاد ہے پڑھتا رہے۔

سوال ۳: عام مشہور ہے کہ جمعرات جمعہ قبرستان میں روحیں قبروں میں آتی ہیں۔ قبرستان میں جاتے ہوئے، السلام علیک یا اھل القبور پڑھتے ہیں۔ مردے جواب کیوں نہیں دیتے؟

الجواب: باسمہ سبحانہ روایت میں یہ نہیں ہے کہ جمعرات کو روحیں قبرستان میں آتی ہیں بلکہ یہ وارد ہے کہ وہ آپ نے اپنے گھروں میں آتی ہیں اس لئے جمعرات کو گھر میں چراغاں کرنے اور مرحومین کیلئے صدقہ دینے کا حکم ہے (مفاتیح الجنان)

سوال ۴: جن مہاجرین کے عزیز واقارب ہندوستان میں فوت ہوئے۔ یا انقلاب کی زد میں آئے سیلاب کی نذر ہو گئے انکی فاتحہ کا کیا طریقہ ہے ختم لازمی ہے؟

الجواب: باسمہ سبحانہ جو شخص جہاں بھی مرے اور جہاں بھی دفن ہو جب اسکے ایصال ثواب کیلئے کوئی نیکی کا کام کیا جائے یا اسے کچھ پڑھ کر بخشا جائے خدائے قدیر اسے اس کا ثواب پہنچا دیتا ہے۔

سوال ۵: امام بارگاہوں پر تعزیہ، و ذوالجناح پر لاکھوں روپیہ صرف ہوتا ہے۔ لیکن غریب کی امداد کوئی نہیں کرتا۔ کیا یہ فضول خرچی نہیں؟

الجواب: باسمہ سبحانہ تعزیہ ہو یا ذوالجناح علم ہو یا جھولا یہ سب چیزیں سادہ بنانی چاہئیں باقی جس قدر ہو سکے سادات کرام اور غریب اہل ایمان کی مالی اعانت وامداد کرنی چاہیئے۔

سوال ۶: کہتے ہیں بچہ معصوم ہوتا ہے۔ بے گناہ بھی۔ معصوم کے حقیقی معنی کیا ہیں؟

الجواب: باسمہ سبحانہ معصوم کے لغوی معنی ہیں (گناہوں سے پاک) محفوظ اور بچا ہوا۔ اس لیے بچوں کو بھی معصوم کہا جاتا ہے۔

SIBTAIN.COM

سوال ۷: بچے کے کان میں اذان دیتے ہیں۔ کیا بچہ سنتا ہے؟

الجواب: باسمہ سبحانہ ہاں بچہ اذان و اقامت کی آواز سنتا ہے اور یہ الفاظ اسکے تحت الشعور میں محفوظ ہوتے ہیں۔

سوال ۸: کہتے ہیں کیا مجتہد معصوم ہوتا ہے؟ اس سے غلطی نہیں ہوتی؟ کیونکہ علماء وارث الانبیاء ہوتے ہیں؟

الجواب: باسمہ سبحانہ یہ بات غلط ہے مجتہد معصوم نہیں ہوتا وہ امرو نہی کرنے اور احکام شریعت بیان کرنے میں انبیاء کا وارث ہے نہ کہ عصمت و طہارت میں

سوال ۹: سنتے ہیں کہ رسول کریم کے دوش مبارک پر کلمہ طیبہ لکھا ہوا تھا۔ اور علی اسپر سوار ہو کر خانہ کعبہ کے اندر بت توڑتے رہے۔ یہ کلمہ کی توہین نہیں؟

الجواب: باسمہ سبحانہ کلمہ پس گردن پشت مبارک کے بالائی حصہ پر لکھا تھا اور حضرت علی اپ کے کاندھوں پر سوار ہوئے تھے۔

سوال ۱۰: ذوالفقار کس جنگ میں اتری۔ بدر، احد، خندق، خیبر وغیرہ وغیرہ؟

الجواب: باسمہ سبحانہ یہ جنگ احد کا واقعہ ہے۔

سوال ۱۱: عام اعتراض۔ کہ ابلیس بڑا عابد تھا خدا کے بغیر کسی غیر کو سجدہ نہیں کرتا تھا۔ نہ چور تھا۔ نہ قاتل نہ۔ زانی نہ بدمعاش اس میں کوئی عیب نہیں تھا؟ اللہ تعالیٰ نے اسے لعنتی کیوں بنایا؟ اس کی پوری تفصیل؟

الجواب: باسمہ سبحانہ ٹھیک ہے کہ ابلیس نے اور کوئی گناہ نہیں کیا۔ مگر کیا یہ گناہ کم ہے کہ اللہ کے حکم کو چیلنج کیا اور خلیفۃ اللہ کے مقابلہ میں تکبر کیا۔

تکبر عزازیل را خوار کرد
بزندان لعنت گرفتار کرد

سوال ۱۲: کیا قل خوانی لازمی ہے؟

الجواب: باسمہ سبحانہ قل خوانی شرعاً لازم نہیں ہے بلکہ صرف ایک رسم ہے و بس۔

سوال ۱۳: عبادت سے کیا مراد ہے اسکے کیا معنی ہیں؟

الجواب: باسمہ سبحانہ زندگی عطا کرنے والے خدا کے حکم کے مطابق بندگی بجالانے اور زندگی گزارنے کا نام عبادت ہے۔

سوال ۱۴: کہتے ہیں قربانی ادھار لیکر بھی کرو؟ کیا یہ درست ہے؟

الجواب: باسمہ سبحانہ بمقام منیٰ حجاج کرام کے علاوہ باقی شہروں میں اور باقی لوگوں کیلئے قربانی کرنا مستحب ہے خواہ اپنی جیب سے کریں یا قرضہ لے کر کریں۔

سوال ۱۵: حج ادھار لیکر بھی کرو کیا ہر امیر غریب پر لازم، واجب ہے؟

الجواب: باسمہ سبحانہ یہ بات غلط ہے حج صرف مستطیع پر واجب ہے اور مستطیع وہ ہے جو حج پر آنے جانے اور واپس آنے تک بیوی بچوں کے اخراجات رکھتا ہو راستہ کھلا ہو اور سفر کرنے کے قابل ہو۔

سوال ۱۶: جسکے پاس فطرانہ کے لئے پیسے نہ ہوں۔ وہ قربانی و حج کس طرح بجالائے۔

الجواب: باسمہ سبحانہ جس کے پاس فطرہ ادا کرنے کیلئے پیسے نہ ہوں اس پر فطرہ بھی واجب نہیں ہے حج و قربانی کس طرح واجب

SIBTAIN.COM

ہوگی۔

سوال ۱۷: حضرت حرؑ نے امام حسین کے پیچھے ایک بھی نماز نہیں پڑھی کیا صحیح ہے؟ سب سے پہلی شہادت کس نے پائی۔

الجواب: باسمہ سبحانہ جناب حر نے امام سے ملاقات کے بعد کئی نمازیں امام کی اقتدا میں پڑھی ہیں اور خاص کر روز عاشوراء تیروں وتلواروں کی بارش میں حر نے جو نماز امامؑ کی اقتداء میں ادا کی ہے وہ ہماری ہزار نمازوں سے افضل ہے۔

سوال ۱۸: زنجیروں سے ماتم کرتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟

الجواب: باسمہ سبحانہ زنجیر ہو یا قمہ یا تلوار جس ماتم سے جان کے تلف ہونے کا اندیشہ ہو اس سے اجتناب لازمی ہے۔

سوال ۱۹: اگر یہی خون کسی ضرورت مند بیمار کو عطیہ کے طور پر دے دیا جائے تو کیا جائز نہیں؟

الجواب: باسمہ سبحانہ ہاں کسی کی جان بچانے کیلئے خون کا عطیہ بڑا کار ثواب ہے۔

سوال ۲۰: کہتے ہیں قرآن مجید میں خشکی، تری کا ذکر ہے۔ انگریزی وفارسی زبان، ہندی وغیرہ دیگر زبانوں کا نہیں یا ہے تو بتائیں کونسی آیت سورۃ؟

الجواب: باسمہ سبحانہ خشک وتر سے انسانی زندگی کی سب چھوٹے بڑے احکام مراد ہیں۔

سوال ۲۱: جب زخم لگے ہوئے ہوں خون جاری ہو تو پھر نماز باطل نہیں ہوتی؟

الجواب: باسمہ سبحانہ ہاں باطل ہوتی ہیں۔

سوال ۲۲: لا تقنطو من رحمة الله۔ آیہ مبارکہ کے تحت۔ قاتل نبی وامام توبہ کرے تو کیا بخشا جائے گا؟

الجواب: باسمہ سبحانہ ہاں بے شک توبہ النصوح کرنے سے سب چھوٹے بڑے گناہ معاف ہوجاتے ہیں مگر نبی وامام کا قتل وہ سنگین جرم ہے کہ ان کے قاتل کو توبہ کرنے کی بھی توفیق ہی نہیں ہوتی۔ اس لئے وہ ابدالاباد تک جہنم میں کھلتا سڑتا رہے گا۔

سوال ۲۳: سنتے آرہے ہیں کہ یزید زانی تھا۔ مگر آجتک کسی نے زانیہ عورتوں کے نام نہیں بتائے۔ وہ کون کون تھیں؟

الجواب: باسمہ سبحانہ یزید ملعون ہر شرعی گناہ کا مرتکب تھا۔ ثبوت کیلئے سینکڑوں کتابیں موجود ہیں تاریخ الخلفاء، سیاست معاویہ ویزید اور یزید عنید وغیرہ دیکھی جاسکتی ہیں۔

سوال ۲۴: کہتے ہیں کہ مفتی مرگیا۔ تو اسکا فتویٰ بھی ختم کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب: باسمہ سبحانہ یہ بات بالکل غلط ہے کسی مفتی کے مرنے سے شریعت اور اسکے احکام نہیں مرتے۔

سوال ۲۵: عورتوں، مردوں میں ہاتھ باندھنے چھوڑنے کا کونسا طریقہ درست ہے؟

الجواب: باسمہ سبحانہ مرد ہو یا عورت ہاتھ کھولکر نماز پڑھنا واجب ہے۔ ہاں عورتوں کیلئے سینہ پر ہاتھ رکھنا مستحب ہے۔

سوال ۲۶: غیبت صغریٰ اور غیبت کبریٰ کسے کہتے ہیں۔ کب کب واقع ہوئیں؟

الجواب: باسمہ سبحانہ امام عصر کی ولادت جو کہ ۲۵۵ھ میں واقع ہوئی اس سے لیکر ستر سال تک یعنی ۳۲۹ھ تک کو غیبت صغریٰ کہا جاتا ہے اور اسکے بعد واقع ہونے والی غیبت کو غیبت کبریٰ کہا

SIBTAIN.COM

جاتا ہے جواب تک جاری ہے۔

سوال ۲۷: مقید، مطلق، اصلاح، تقریر و تقریب، مقلد، خاصہ و عامہ۔ اجازہ۔ مولوی شرط و شروط، اشہر، اظہر، کلی، جزئی، اُصول فقہ، متواتر، مرسل، آحاد، مقطوع، مرفوع یعنی، تخیر مستحب قران کے کس سپارہ و آیت سورہ میں ہیں۔

الجواب: باسمہ سبحانہ یہ مطلق ومقید، عام وخاص، کلی وجزئی، اشہر و اظہر اور متواتر و آحاد وغیرہ الفاظ علم اصول فقہ، علم فقہ اور علم منطق سے متعلق ہیں ان الفاظ کے حقیقی مفہوم کو سمجھنے کیلئے ان علوم کو پڑھنے کی ضرورت ہے۔

سوال ۲۸: قرآن مجید عربی زبان میں ہے۔ قران مجید کے اوپر۔ سی پارہ لکھا ہوتا ہے جو فارسی زبان ہے یہ کس دور میں لکھا گیا۔ ایک دو تین کی جگہ الم۔ سیقول۔ وغیرہ کب لکھے گئے

الجواب: باسمہ سبحانہ قرآن مجید پر اعراب اور زیر وزبر وغیرہ عبدالملک بن مروان کے دور میں حجاج بن یوسف نے لگوائے تھے۔

سوال ۲۹: آج کل حدیث کساء اور نادعلی پڑھنے کا عام رواج ہوگیا کیا یہ لازمی ہیں شرعی کیا حیثیت ہے؟

الجواب: باسمہ سبحانہ نادعلی کی کوئی سند نہیں ہے۔ جبکہ حدیث کساء کی سند ہے۔

سوال ۳۰: خانہ کعبہ کا سب سے پہلے غلاف کس نے تیار کیا اور پہنایا۔ اور اسے سیاہ رنگ کیوں دیا گیا۔ بادشاہ کا نام۔ غلاف چڑھانے کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟ کس لئے غلاف چڑھا گیا؟

الجواب: باسمہ سبحانہ غلاف کعبہ بنی عباس کے دور خلافت میں چڑھایا گیا۔ اور کالا رنگ اس لئے منتخب کیا گیا کہ قرآن مجید کے حروف کالے ہیں۔

سوال ۳۱: سجدہ کے کیا معنی ہیں۔ کس چیز پر کیا جائے؟

الجواب: باسمہ سبحانہ سجدہ کے لغوی معنی جھکنے کے ہیں اور شرعی نقطہ نگاہ سے اعضاء سبعہ کے زمین وغیرہ پر رکھنے کا نام سجدہ ہے۔ اور یہ صرف خاک پر کیا جاتا ہے یا جو چیز (زمین) سے اُگتی ہے۔ بشرطیکہ وہ اُگنے والی چیز کھانے یا پہننے کے استعمال میں نہ آتی ہو۔

واللہ الموفق والعالم والمعین وانا الحقر محمد حسین النجفی

سند سفارت

حیدر عباس ولد مستاق حسین مرحوم کو رسالہ دقائق اسلام اور جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ زاہد کالونی سرگودھا کا سفیر مقرر کیا گیا ہے حیدر عباس موصوف رسالہ دقائق اسلام کے بقایا جات وصول کریگا اور جامعہ علمیہ سلطان المدارس کے لئے مومنین سے صدقات واجبات وصول کرے گا نیز رسالہ کے لئے نئے خریدار بنائیگا مومنین سے تعاون کی اپیل کی جاتی ہے کسی بھی قسم کی رقم کی ادائیگی پر رسید ضرور حاصل کریں۔

فون نمبر 03067872363

منجانب آیت اللہ محمد حسین نجفی دام ظلہ العالی

موسس و پرنسپل جامعہ علمیہ سلطان المدارس سرگودہا

SIBTAIN.COM

باب المتفرقات

مقام حسینؑ ابن علیؑ۔۔۔اغیار کی نظر میں

از ڈاکٹر ملک افتخار احمد اعوان سرگودہا

کربلا کا حسینؑ اپنی ذاتی شخصیت اور نسب کے لحاظ سے کتنا بلند ہے۔ اور پھر اپنے کام کے اعتبار سے کتنا اعلیٰ وارفع ہے۔ کائنات کا ہر باضمیر شخص ان چیزوں کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ دنیا کے مفکرین واکابرین بلاتفریق مذہب وملت اس عظیم شہید کی خدمت میں عقیدت وارادت کے پھول نچھاور کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ہر تحریک کی کوئی حد ہوتی ہے۔ ہر شخصیت کے کارناموں کا کوئی نہ کوئی وقت ہوتا ہے۔ کچھ عرصے کے بعد وہ تحریکیں دم توڑ جاتی ہیں شخصیات کا تذکرہ تک نہیں ہوتا۔ عزیز ترین رشتوں سے تعلق ٹوٹنا شروع ہو جاتے ہیں۔ لیکن خدا جانے یہ کیسا عظیم المرتبت شہید ہے کہ آج چودہ سو سال گزرنے کے باوجود ہر سال جب ماہ محرم آتا ہے۔ یہی محسوس ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ابھی ہوا ہے۔ خصوصاً دس محرم الحرام کو ایسا لگتا ہے کہ یہی دن ہے۔ ابھی واقعہ رونما ہو رہا ہے۔ یہی اس تحریک کے زندہ جاوید ہونے کا ثبوت ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کا خصوصی اعزاز:

مظلوم کربلا حضرت امام حسین علیہ السلام کو خداوند کریم نے ایک منفرد اعزاز سے نوازا ہے۔ کہ جو لوگ خداوند کریم کی خدائی اور قدرت پر یقین نہیں رکھتے، پیغمبر اسلام کو رسول نہیں مانتے۔ حضرت علیؑ کی امامت پر اعتقاد نہیں رکھتے حتیٰ کہ یوم قیامت پر ایمان نہیں رکھتے۔ وہ بھی عظمت حسینؑ کا کلمہ پڑھتے ہیں۔

؎ تو اپنے خون پاک کے چھینٹوں سے اے حسینؑ
انسان کی شرافت خفتہ جگا گیا
اسلام کی کشش کا نہ جن پر اثر ہوا
تو دردبن کے ان کے دلوں میں سما گیا

اس کے برعکس مظلوم کربلا کا حریف یزید بمع اپنی یزیدیت کے مرگیا۔ اس کا نام مٹ گیا۔ حتیٰ کہ کوئی کافر بھی اس کا نام پسند نہیں کرتا۔ اس کا نام برائی کے ساتھ لیا جاتا ہے۔ ظلم کی علامت کے طور پر لیا جاتا ہے۔ لعنت کے ساتھ لیا جاتا ہے۔

؎ نام یزید داخلِ دشنام ہوگیا

مسلمان تو حضرت امام حسین علیہ السلام کی تعریف و توصیف کرتے ہیں۔ جو کہ ہر باضمیر انسان پر لازم ہے۔ لیکن ان کے ساتھ ساتھ غیر مسلم لوگوں نے بھی اپنے اپنے انداز میں اس عظیم انسان کے عظیم کارناموں کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔ جن میں سے چند ایک کے نام اور بیانات لکھے جاتے ہیں۔

۱۔ پروفیسر براؤن مصنف تاریخ ادبیات ایران:

"ایسا کوئی متنفس ہے۔ کہ جو درد بھرا دل رکھتا ہو اور پھر

SIBTAIN.COM

حالات کربلا کو پڑھ کر اس کا دل نہ دکھے۔ بحیثیت مجموعی یہ کہا جاسکتا ہے کہ محرم کی عزاداری کے سلسلہ میں جو جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ خواہ جنہیں دیکھنے سے ہوں یا نوحہ خوانی سے وہ نہایت کھرے اور سچے ہوتے ہیں اور غیر ملکیوں اور غیر مسلموں کو بھی ان کے مخلصانہ اور موثر ہونیکا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔

۲۔ مسٹر جیمس کا کرن مصنف تاریخ چین:

دنیا میں رستم کا نام بہادری میں مشہور ہے۔ لیکن کئی شخص ایسے گزرے ہیں۔ جن کے سامنے رستم کا نام لینے کے قابل نہیں۔ چنانچہ اول درجہ میں حسینؑ ابن علیؑ کا مرتبہ بہادری ہے۔ کیونکہ میدان کربلا میں ریت پر تشنگی اور گرسنگی میں جس شخص نے ایسا کام کیا ہو۔ اس کے سامنے رستم کا نام وہی شخص لیتا ہے۔ جو تاریخ سے واقف نہیں ہے۔

۳۔ ایڈورڈ گبن مورخ و مصنف ڈکلائن اینڈ فال آف رومن امپائر:

''خاندان بنی ہاشم کی سرداری اور رسول اللہؐ کا متبرک چال چلن ان (حسینؑ) کی شخصیت میں مجتمع تھے۔ یزید کے خلاف ان کو اپنا مقصد پورا کرنے کی آزادی تھی۔ جو کہ دمشق کا ظالم حاکم تھا۔ اور جس کی برائیوں کو وہ نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اور جس کا خطاب (خلافت) انہوں نے کبھی تسلیم نہیں کیا۔ یوم قتل کی صبح کو امام حسین علیہ السلام ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے ہاتھ میں قرآن لے کر پشت مرکب پر سوار ہوئے۔ قریب بمرگ ہیرو ان پر حملہ آور ہوا تو یزید کے سپاہی ہر طرف بھاگ نکلے۔۔۔ امام حسین علیہ السلام کا پر درد واقعہ ایک دور دراز ملک میں واقع ہوا۔ یہ ایک ایسا واقعہ ہے۔ جو بے رحم و سنگ دل کو بھی ہلا دیتا ہے۔ اگر چہ کوئی کتنا ہی بے رحم ہو مگر حسینؑ کا نام سنتے ہی اس کے دل میں ایک جوش ہمدردی پیدا ہو جائے گا۔

۴۔ مسٹر ڈاکٹر فرنج ادیب:

''کربلا والے حسینؑ کے علاوہ دور تاریخ میں ایسی کوئی ہستی دیکھنے میں نہیں آئی۔ جس سے بنی نوع انسان پر ایسے مافوق الفطرت اثرات چھوڑے ہوں''۔

۵۔ ڈاکٹر میسور ماربین جرمن مورخ سیاست اسلامیہ:

ہمارے نزدیک قانون محمدؐ کی حفاظت اور مسلمانوں کی ترقی اور اسلام کی اشاعت یہ سب کچھ حسینؑ کے قتل ہو جانے سے اور ان واقعات کے پیدا ہو جانے سے ہے۔ ملکی احساس اور پہچان مذہبی جو تعزیہ داری سے پیدا ہوا۔ کسی قوم میں نظر نہیں آتا۔ تمام اعلیٰ صفات اور پولیٹیکل ریزرویشن کا احساس حسینؑ کی عزاداری سے ہو گیا ہے۔۔۔ ان کا قصد سلطنت اور ریاست حاصل کرنے کا نہ تھا۔ صاف صاف اپنے ہمراہیوں سے فرماتے جاتے تھے۔ کہ جو جاہ و جلال کی حرص و طمع میں میرے ساتھ جانا چاہتا ہے۔ وہ ہم سے الگ ہو جائے۔ آپؑ نے بے کسی اور مظلومیت کو اختیار فرمایا۔ حسینؑ کے واقعہ نے تمام وقائع پر برتری حاصل کر لی۔ حسینؑ کا واقعہ عالمانہ اور حکیمانہ اور سیاسی حیثیت کا تھا۔ جس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔

۶۔ مسٹر کارلائل:

ہیرو ورشپ کے مصنف لکھتے ہیں ''بہادرانہ کارنامہ محض ایک قوم یا ایک ملک تک محدود نہیں رہتے۔ بلکہ تمام انسانی برادری کی

SIBTAIN.COM

میراث اور ملکیت ہو جاتے ہیں۔ ان کی وجہ سے آنے والی نسلوں میں سلسلہ شجاعت اور استقامت باقی رہتا ہے۔ اس لحاظ سے واقعہ شہادت حسینؑ پر جس درجہ غور و فکر کیا جائے گا اسی قدر اس کے اعلیٰ اور عمیق مطالب روشن ہو جائیں گے۔ اچھا آؤ۔ ہم دیکھیں کہ واقعہ کربلا سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے۔ سب سے بڑا سبق یہ ہے۔ کہ فاتحانِ کربلا کو خدا کا کامل یقین تھا۔ وہ اپنی آنکھوں سے اس دنیا سے اچھی دنیا دیکھ رہے تھے اس کے علاوہ وہ قومی غیرت و حمیت کا بہترین سبق ملتا ہے۔ جو کسی اور تاریخ سے نہیں ملتا۔ اور ایک نتیجہ یہ بھی حاصل ہوتا ہے وہ یہ کہ جب دنیا میں مصیبت اور غضب وغیرہ بہت ہو جاتا ہے۔ تو خدا کا قانون قربانی مانگتا ہے۔ اس کے بعد تمام راہیں صاف ہو جاتی ہیں۔

۷۔ مہاتما گاندھی سابق صدر انڈیا:

''میں اہل ہند کے سامنے کوئی نئی بات پیش نہیں کرتا بلکہ میں نے کربلا کے ہیرو (Hero) کی زندگی کا بخوبی مطالعہ کیا ہے۔ اور اس سے مجھ کو یقین ہو گیا ہے۔ کہ ہندوستان کی اگر نجات ہو سکتی ہے۔ تو ہم کو حسینی اصول پر عمل کرنا چاہیئے''

۸۔ پنڈت جواہر لعل نہرو:

''کربلا کے عدیم المثال ہیرو اور اس کی قربانی کی جو اس ہیرو نے مفادِ انسانی کی خاطر پیش کی جذبہ تفاخر کو بلند کرتی ہے ۶۱ھ کا واقعہ امام حسینؑ کی جرات و استقلال کی ایک زبردست یادگار ہے۔ جو اب سے تیرہ سو سال قبل رونما ہوا تھا۔ ہر فرقہ ہر قوم اور فرد کو استقلال اور اپنی جرات و ہمت میں اضافہ کی کوشش کرنا چاہیئے۔ اور اپنے جذبہ ایثار و قربانی کو عروج و ترقی کی انتہائی منزل پر پہچانا چاہیئے۔ میں بھی اپنی جانب سے خراج عقیدت پیش کرتا ہوں۔ (2 فروری 1946)

۹ سلوامی شنکر آچاریہ جی:

اگر حسینؑ نہ ہوتے تو دنیا سے اسلام کا وجود مٹ جاتا۔ اور دنیا ہمیشہ کے لئے خدا پرست اور نیکیوں سے خالی ہو جاتی۔ میں نے حسینؑ سے بڑھ کر کوئی شہید نہیں دیکھا اور حسینؑ کی شہادت سے زیادہ کسی شہید کی قربانی کا اثر نہیں ہوا۔ (21 فروری 1939)

۱۰۔ سر رادھا کرشن وائس چانسلر ہندو یونیورسٹی بنارس:

''امام حسین علیہ السلام نے اپنی قربانیوں اور ایثار سے دنیا پر ثابت کر دیا۔ کہ دنیا میں حق و صداقت کو زندہ اور پائندہ رکھنے کے لئے ہتھیاروں اور فوجوں کی بجائے جانوں کی قربانی پیش کر کے کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ انہوں نے دنیا کے سامنے ایک مثال پیش کر دی ہے۔ آج ہم اس بہادر جان فدا کرنے والے اور انسانیت کو زندہ کرنے والے عظیم الشان انسان کی یادگار مناتے وقت اپنے دلوں میں فخر و مباہات کا جذبہ محسوس کرتے ہیں۔ امام حسینؑ نے ہمیں بتایا کہ حق و صداقت کے لئے سب کچھ قربان کیا جا سکتا ہے۔

۱۱۔ مورخ مسٹر واشنگٹن ایرونگ:

حضرت امام حسینؑ علیہ السلام اس وقت مدینہ میں تھے۔ جہاں دس گیارہ برس سے اپنے بھائی کے ساتھ کوفہ چلے گئے تھے۔ وہ سمجھتے کہ میں نے یزید کی باقاعدہ بیعت کر لی تو یقیناً سارا عالم اسلام میرے ساتھ بیعت کرے گا۔ اور تمام ناجائز افعال سنت ہو کر رواج پائیں گے۔ نہایت ایمانداری اور بڑی

SIBTAIN.COM

جوانمردی سے تمام مصیبتوں کے مقابلے میں صاف انکار کر دیا۔ خود انہی کا مقدس خیال تھا کہ "جان دو اور یزید اموی کے ہاتھ سے بندگان خدا کا ایمان بچاؤ جب الہام یا خود اپنی حق پسند طبیعت نے فیصلہ کر دیا۔ تو اب زمانے کی کوئی قوت اور دنیا کی کوئی مصیبت ان کو اس ارادہ سے پھیرنے میں کامیاب نہ ہو سکی" یہاں تک کہ ہزاروں آدمیوں کے مقابلہ میں فقط بہتر آدمی ہو گئے۔ جن کی تعداد پوری کرنے کو ایک چھ مہینے کا بچہ بھی تھا۔ یہی لوگ در حقیقت اپنے سچے مذہب کا نمونہ تھے۔ محرم کی دسویں ۶۱ھ بمطابق ۱۱۰ اکتوبر ۶۸۰ء تاریخ اس لاجواب لڑائی کی تاریخ ہے۔

نہایت آسانی سے ممکن تھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام یزید اموی سے اس کی تمنا کے موافق بیعت کر کے اپنی جان و دل بچا لیتے۔ مگر اس ذمہ داری کے خیال نے جو مذہبی ریفارمر کی طبیعت میں ہوتا ہے۔ اس بات کا اثر نہ ہونے دیا۔ اور نہایت سخت مصیبت اور تکلیف پر ایک بے مثل صبر و استقلال کے ساتھ قائم رہنا اولاد کے سامنے ذبح ہونا۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کا مارا جانا۔ زخموں کی تکلیف۔ عرب کی دھوپ پھر اس دھوپ میں زخمی کی پیاس یہ ایسی تکلیفیں نہ تھیں۔ جو سلطنت کے شوق کے سامنے آدمی کو صبر کے ساتھ اپنے ارادے پر قائم رہنے دیتیں۔"

یہ مذکورہ بالا خیالات ان چند لوگوں کے ہیں۔ جو مسلمان نہیں ہیں۔ لیکن حقیقت کو سمجھتے ہوئے حق و صداقت کا اظہار کر رہے ہیں۔ مگر یہاں کچھ ایسے افراد بھی مل جائیں گے۔ جو ظاہراً مسلمان بھی کہلاتے ہیں کلمہ بھی پڑھتے ہیں۔ نماز روزہ کی پابندی بھی کرتے ہیں کئی کئی حج کر چکے ہیں۔ قرآن مجید کا مفسر کہلانے کا شوق بھی دامن گیر ہے۔ داڑھی کو اتنی کھلی چھٹی دی ہوئی ہے۔ کہ پتہ نہیں چلتا یہ سنت رسول ہے۔ یا گرونانک کی پیروی کر رہے ہیں۔ اس کے باوجود انہیں حق اور باطل کے درمیان فرق پتہ نہ چل سکا۔ امام حسینؑ و حسینیت کا ادراک نہ کر سکے۔ یزید اور یزیدیت کا بھیانک چہرہ نہ پہچان سکے۔ ادھر دنیا کو دکھانے کی خاطر کبھی کبھی کسی ٹی وی پروگرام میں حضرت امام حسینؑ کا نام لیں گے تو اُدھر یزید کی وکالت بھی کرتے نظر آئیں گے۔ یزید ہو یا یزید کو مسلمانوں کے سر پر مسلط کرنے والا۔ یزید کا باپ جنہوں نے دین اسلام کی عمارت کو بنیادوں سمیت ہلا کے رکھ دیا تھا۔ آج کچھ ناصبی و خارجی قسم کے لوگ ان کو بھی مومن ثابت کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔ ہماری اسلامی برادری کا ایک بہت بڑا امام کچھ اس طرح رقم طراز ہے۔ "اگر یزید خود بھی امام حسینؑ کو ذبح کر دیتا تو پھر بھی یزید پر لعنت نہ کی جائے" آج بھی اسی قماش کا ایک مقرر کہتا ہوا نظر آتا ہے۔ کہ کربلا کی جنگ حق و باطل کی جنگ نہیں بلکہ دو شہزادوں کی غلط فہمی پر مبنی جنگ تھی"

خدا جانے ان مسلمانوں کا کیا حشر ہوگا۔ کس طرح بروز محشر پیغمبر اکرم کی بارگاہ میں پیش ہوں گے۔ اور خدا کی ذات کو کیا جواب دیں گے۔

آخر میں تمام مسلمانوں سے اپیل ہے کہ واقعہ کربلا کی یاد اچھے انداز سے مل کر منائیں امام حسینؑ علیہ السلام انسانیت کے محسن ہیں۔ تمام فرقہ بازیوں سے بلند ہو کر اس محسن انسانیت کی یاد منائیں۔ اور پیغمبر اکرم کے سامنے سرخرو ہوں اجر رسالت ادا کر کے جنت میں پیروان حسینی میں اپنا نام درج کروائیں۔ آمین بجاہ النبی و آلہ الطاہرین۔

SIBTAIN.COM

باب المتفرقات

دینی تعلیمات کے اثرات کم ہونے کے اسباب

شہید آیت اللہ مرتضیٰ مطہریؒ بشکریہ رسالہ ایمنات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین باریٔ الخلائق اجمعین الصلوٰۃ و السلام علی عبداللہ و رسولہ و حبیبہ و صفیہ محمد و آلہ الطاہرین،

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

"و ما جعلنا لبشرٍ من قبلک الخلد افائن مت فھم الخالدون"

"اور ہم نے آپ سے پہلے بھی کسی بشر کے لیے ہمیشگی قرار نہیں دی ہے، تو کیا اگر آپ مر جائیں گے تو یہ لوگ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔" (سورہ انبیاء ۲۱۔ آیت ۳۴)

آج کی شب ہمارے عرائض ان اسباب کے بارے میں ہیں جو لوگوں کے دلوں میں دینی تعلیمات کے اثر کو کم کرتے ہیں، اور ان کے نفوذ میں کمی لاتے ہیں۔ البتہ ان امور سے شناسائی اسی طرح لازم اور واجب ہے جس طرح جسمانی بیماریوں کی نوعیت سے شناسائی ضرورت ہے۔ جب تک بیماری کی شناخت نہ ہو، اس وقت تک اس کا علاج ممکن نہیں ہے اور جب تک لوگوں کے نفوس اور ان کی شخصیت میں دینی تعلیمات کے اثر انداز ہونے میں حائل رکاوٹوں کو نہ پہچانا جائے، اس وقت تک دین کی برکتوں سے استفادہ نہیں کیا جا سکتا۔

ہم سب جانتے ہیں کہ ایک مسئلہ جس نے دنیا بھر کے محققین اور مورخین کو متعجب کیا ہے، وہ دین مبین اسلام کی اپنے ظہور کے زمانے میں انتہائی تیز رفتار اثر اندازی ہے۔ (اسلام نے) سرعت کے ساتھ اور بہت کم مدت میں نفوذ کیا اور اس کی تاثیر بھی گہری اور شدید تھی، جسے بعد میں آنے والے انقلابات اور سیاسی اور تمدنی تحولات متزلزل نہ کر سکے۔

رسول خداؐ اس حال میں دنیا سے رخصت ہوئے کہ لوگ انتہائی شوق اور رغبت کے ساتھ فوج در فوج خدا کے دین میں داخل ہو رہے تھے۔ (یدخلون فی دین اللہ افواجا سورہ نصر ۱۱۰ آیت ۲) لیکن رفتہ رفتہ اسلام کی اس شدید تاثیر میں کمی واقع ہونے لگی۔ جب ہم اپنے زمانے کا تقابل رسول اکرمؐ کے زمانے سے کرتے ہیں، تو دیکھتے ہیں کہ لوگوں کے دین کے اثرات قبول کرنے کے حوالے سے ان دونوں زمانوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ یہ خود اپنی جگہ ایک مسئلہ ہے، ایک اہم ترین اجتماعی مسئلہ ہے۔ اس فرق کا سبب ہے، وہ سبب کیا ہے؟

ہم جانتے ہیں کہ بعض لوگ اپنے طور پر یوں تصور کرتے ہیں، اور اس مسئلے کو اس طرح حل کرتے ہیں (اس سوال کا یہ

SIBTAIN.COM

جواب دیتے ہیں) کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ دین کا دور رفتہ رفتہ سمٹ رہا ہے، وہ کہتے ہیں کہ "اس دور اور اُس زمانے میں جبکہ دینی تعلیمات کے اثرات زیادہ تھے، اس دور اور اُس زمانے کی روح اُس قسم کی تعلیمات کا تقاضا کرتی تھی، لیکن دور حاضر کی روح کے کچھ اور تقاضے ہیں، اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ تعلیمات رفتہ رفتہ محو ہو جائیں اور ان کی جگہ کوئی دوسری چیز لے لے۔

یہ جواب ممکن ہے ان لوگوں کے لیے قابل قبول ہو جو دین کو روزمرہ زندگی میں استعمال ہونے والی چیزوں کی مانند ایک چیز تصور کرتے ہوں، جو ہر روز اپنی جگہ ایک بہتر اور زیادہ مکمل چیز کو دیتی ہیں۔ لیکن ہم عرض کرتے ہیں کہ بنیادی طور پر دین زندگی کی اصل واساس اور روح حیات کی بنیاد ہے، نہ کہ زندگی میں استعمال ہونے والی ایسی کوئی چیز جسے دوسری کسی چیز سے بدلا جاسکتا ہے۔

آج وہ عظیم محققین جنھوں نے گہرائی کے ساتھ انسان کی روح کا مطالعہ کیا ہے اور جنھوں نے انسان کی سماجی زندگی کا جائزہ لیا اور اس کا مشاہدہ کیا ہے، ان پر یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ دین آدمی کی سرشت کا حصہ ہے، دین سے انسان عارضی اور استثنائی طور پر روگرداں ہوتا ہے۔

فی الحال ہم اس موضوع کے بارے میں تفصیلی گفتگو کرنا نہیں چاہتے، اور اس بات سے بھی واقف ہیں کہ لوگوں کا ایک گروہ جس میں بعض متدین اور معتقد لوگ بھی شامل ہیں، ان کا طرز فکر یہ ہے کہ دور حاضر میں دین کی تاثیر میں کمی کا سبب، مثلاً یہ ہے کہ انسان طبیعتاً خواہشات نفس اور آزادی کی جانب مائل ہوتا ہے، جبکہ دین انسان کے طبیعی رجحان اور رغبت کے برخلاف ہے (دین) انسان کے لیے قید اور پابندی ہے، جب تک خواہشات نفسانی کی تسکین اور عیاشی کے وسائل فراہم نہ ہوں، اس وقت تک لوگ دین کے گرد رہتے ہیں اور اپنے دل کو دینی افکار و مفاہیم سے خوش کرتے ہیں اور جوں ہی انہیں (خواہشات نفسانی کی تسکین اور عیاشی) وسیلہ فراہم ہوتا ہے، وہ اسی چیز کے پیچھے چل پڑتے ہیں جس کا تقاضا ان کی طبیعت رجحان اور رغبت کرتی ہے۔ گزشتہ ادوار میں مثلاً رسول مقبولؐ کے زمانے میں خوشی اور شہوت پرستی کے وسائل فراہم نہ تھے، لہٰذا قدرتی طور پر لوگ دین کی طرف آجاتے تھے:

SIBTAIN.COM

(یدخلون فی دین اللہ افواجا سورہ نصر ۱۱۰ آیت ۲)

(دین خدا میں لوگ فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں) لیکن اب جبکہ (ان چیزوں کے) وسائل فراہم ہیں، تو لوگوں میں کج روی پیدا ہوتی ہے۔ (یخرجون مین دین اللہ افواجا!)

یہ جواب بھی درست نہیں اور نامکمل ہے۔ البتہ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ نفسانی خواہشات کی تسکین کے وسائل کا فراہم ہونا یا فراہم نہ ہونا انسان کو خدا سے غافل کرنے اور اس خداوند عالم کی طرف سے معین کردہ فریضے اور ذمے داری سے لاتعلق اور اس کی انجام دہی کی جانب سے بے پروا بنانے کے سلسلے میں غیر موثر نہیں ہے۔ لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے کہ دین مطلقاً انسان کے فطری رجحانات کا مخالف ہے، اس کے لیے قید اور پابندی ہے۔ اگر (دین) کسی ایک رغبت اور رجحان کا مخالف

ہے، تو ایک دوسری رغبت اور رجحان سے ہم آہنگ ہے، اگر ایک لحاظ سے قید اور پابندی ہے، تو دوسرے اعتبار سے آزادی اور حریت ہے۔

گزشتہ ہفتوں میں ہم نے جو تقاریر کی تھیں، ان میں ہم نے اس موضوع کے بارے میں گفتگو کی تھی اور کہا تھا کہ ہمیں معنوی امور کی جانب توجہ کو کم اہمیت اور ناچیز اور مادی محرومیوں اور ناکامیوں کا ردعمل نہیں سمجھنا چاہیے۔ بالفاظ دیگر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ معنوی امور کے استعمال اور ان کے کام میں لانے کا وقت وہ ہوتا ہے جب انسان مادی محرومیوں کی اذیت کے ساتھ زندگی بسر کررہا ہو، اور وہ ان حالات میں معنویات سے ایک سکون آور دوا کے طور پر استفادہ کرتا ہے۔ اس کے اسباب کچھ اور ہیں۔ اس (کی وضاحت) سے پہلے ایک مختصر مقدمہ عرض کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔

قرآن کریم میں کثرت کے ساتھ دلوں اور روحوں کے لیے حجاب اور غلاف کی تعبیر استعمال ہوئی ہے۔

''و اذا قرات القرآن جعلنا بینک و بین الذین لا یؤمنون بالآخرۃ حجاباً مستورا''

''اور جب تم قرآن پڑھتے ہو، تو ہم تمہارے اور آخرت پر ایمان نہ رکھنے والوں کے درمیان حجاب قائم کردیتے ہیں۔''

(سورہ بنی اسرائیل ۱۷۔ آیت ۴۵)

''و منھم من یستمع الیک و جعلنا علی قلوبھم اکنۃ ان یفقھوہ و فی اذانھم و قرا''

''اور ان میں سے بعض لوگ کان لگا کر آپ کی بات سنتے ہیں، لیکن ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیے ہیں۔ یہ سمجھ نہیں سکتے ہیں اور ان کے کانوں میں بھی بہرا پن ہے۔'' (سورہ انعام ۶ آیت ۲۵)

''و من اظلم ممن ذکر بآیات ربہ فاعرض عنھا و نسی ما قدمت یدہ انا جعلنا علی قلوبھم اکنۃ ان یفقھوہ فی اذانھم و قرا''

''اور اس سے بڑا ظالم کون ہوگا، جسے آیات الٰہی کی یاد دلائی جائے اور پھر اس سے اعراض کرے اور اپنے سابقہ اعمال کو بھول جائے۔ ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیے ہیں کہ یہ حق کو سمجھ سکیں اور ان کے کانوں میں بہرا پن ہے۔'' (سورہ کہف ۱۸۔ آیت ۵۷)

واقعاً ہم بھی دیکھتے ہیں کہ کبھی کبھی دل میں ایک ایسی حالت پیدا ہوتی ہے جو اس میں سے حق کے حوالے سے رقت اور خشوع کا خاتمہ کردیتی ہے، انسان بھیانک مظالم کا مرتکب ہوتا ہے اور اسے احساس بھی نہیں ہوتا، اس پر مواعظ اور نصائح اثر انداز نہیں ہوتے، بار بار گناہ اور جرم کے ارتکاب کی وجہ سے اس میں قساوت قلبی پیدا ہوجاتی ہے، یا تعصب کی وجہ سے انسان کی روح میں ایک ایسی حالت پیدا ہوجاتی ہے جس کی بنا پر وہ حق بات قبول کرنے کو تیار نہیں ہوتا، یعنی تعصب کا پردہ (حق بات کو) دل میں داخل ہونے اور تصور اور تصدیق کی اجازت نہیں دیتا۔

بہت سی ایسی حالتیں ہیں جو روح کے لیے پردوں، حجابوں اور غلافوں کی حیثیت رکھتی ہیں۔ جس طرح کہ بے رحمی اور تعصب دیوار اور پردہ ہیں، اسی طرح خیال اور وہم اپنی جگہ پر ایک اور

SIBTAIN.COM

دیوار اور موٹا پردہ ہے۔ اس آخر الذکر کے بارے میں ہم کچھ وضاحت کریں گے اور اس کے لیے ایک مثال عرض کریں گے۔

قریش پیغمبر اکرمؐ پر جو اعتراضات کیا کرتے تھے اور جو اعتراض انہیں پیغمبر کی دعوت قبول کرنے سے باز رکھتا تھا۔ وہ یہ تھا کہ وہ کہا کرتے تھے کہ یہ کیسا پیغمبر ہے جو دوسروں کی طرح کھاتا پیتا ہے؟ دوسروں ہی کی طرح گلی کوچوں اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے؟ یہ تو دوسروں ہی کی طرح کا ایک انسان ہے۔ جو لوگ یہ باتیں کیا کرتے تھے وہ خود حضرت ابراہیمؑ کی اولاد تھے، اپنے آپ کو حضرت ابراہیمؑ کے دین پر قرار دیتے تھے اور حضرت ابراہیمؑ کو خدا کا نبی تسلیم کرتے تھے۔

ان کے ذہن میں یہ اعتراضات پیدا ہونے کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے رفتہ رفتہ اپنے خرافہ وہم و خیال سے حضرت ابراہیمؑ کی ایک ایسی تصویر بنائی تھی جو کسی صورت ایک انسان کے ساتھ مطابقت (Matching) کے قابل نہ تھی، اور وہ رسول اکرمؐ سے بھی یہ توقع رکھتے تھے، کہ وہ اس ابراہیم کی مانند ہوں جسے انہوں نے اپنے وہم و خیال میں بنایا ہے انہوں نے اپنے تصورات میں حضرت ابراہیمؑ کو بادلوں اور آسمانوں کی بلندیوں پر بٹھایا ہوا تھا۔ اپنے خیال میں وہ انہیں بہت بلند مقام پر لے گئے تھے، جبکہ درحقیقت انہیں بہت گرا دیا تھا۔ انہیں حضرت ابراہیمؑ کے احوال و کمالات کی حقیقت سے معمولی سی بھی واقفیت نہ تھی۔ لہٰذا وہ اس بات پر یقین کر ہی نہیں سکتے تھے کہ رسول اکرمؐ جو ایک بشر کی صورت میں ان کے سامنے ظاہر ہیں، وہ حضرت ابراہیمؑ کی ملت اور سنت کا احیا کرنے والے ہیں۔ یعنی وہ جھوٹی تصویر، جو انہوں نے اپنے وہم و خیال سے بنا ڈالی تھی، ان کے لیے ایک دیوار رکاوٹ اور حائل تھی، اور قرآن کے الفاظ میں ان کے اور حقیقت کے ادراک کے درمیان ایک حجاب اور پردہ بن گئی تھی۔

ایک جاہل آدمی جو حقیقت کے ادراک سے محروم ہوتا ہے، اس کی ہمیشہ یہ خواہش ہوتی ہے کہ آپ نے آپ کو اشیا سے جہل اور وہم کے کنڈے کے ذریعے مربوط کرے، اور اسی وجہ سے اس کے اور حقیقت کے درمیان فاصلہ بڑھ جاتا ہے، اور یہی اس بات کا سبب بنتا ہے کہ وہ عمل سے اور حقیقت سے استفادے سے محروم رہ جاتا ہے۔ بالفاظ دیگر بعض لوگوں کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ ہر چیز کو نزدیک سے دیکھیں، قریب سے اس کا مشاہدہ کریں، جبکہ بعض چاہتے ہیں کہ دور سے دیکھیں اور دور سے اس کا مشاہدہ کریں۔ نزدیک سے دیکھنے اور دور سے دیکھنے کی یہ خواہشات حقیقتاً لوگوں میں پائی جانے والی دو مختلف خواہشات ہیں۔ نزدیک سے دیکھنے کی خواہش اُس وقت پائی جاتی ہے جب انسان شدت کے ساتھ اس بات کو پسند کرتا ہو کہ ایک چیز کو خود اچھی طرح اپنی آنکھ سے دیکھے یا قرائن اور دلائل کی رو سے اُس چیز کا مطالعہ کرے اور اُس کے بارے میں فیصلہ کرے، جبکہ دور سے دیکھنے کو پسند کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ایسے انسان پر وہم و خیال کی قوت مسلط ہوتی ہے، اور وہ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ آنکھیں بند کیے رہے اور نہ دیکھے، اسے یہ بات پسند ہوتی ہے کہ دور کھڑا رہے اور ایک مبہم سائے کو دیکھ کر اُس کے بارے میں خیال پردازی کرے۔

بعض ایسے لوگ ملتے ہیں جو قرآن کریم کے دل دادہ

SIBTAIN.COM

ہوتے ہیں، لیکن اس کتاب مقدس کی اعجاز آمیز عظمت کو قریب سے دیکھنا اور اس کی نورانی آیات میں غور وفکر کرنا انہیں پسند نہیں ہوتا۔ ان لوگوں کی نظر میں اس کتاب کی عظمت یہ ہے کہ اسے بادلوں اور آسمانوں کی بلندیوں پر رکھیں اور اس کے بارے میں یہ کہیں کہ یہ سمجھ میں آنے کے قابل نہیں ہے۔ کسی کو اس کے مطالعے اور اس میں غور وفکر کا حق حاصل نہیں ہے، صرف ائمۂ اطہار علیہم السلام کو حق حاصل ہے کہ وہ اس کے نزدیک آئیں۔

یعنی ان کی نظر میں قرآن اس وقت عظمت کا مالک ہوگا جب وہ مجہول اور مبہم ہو:

اس رویے کا نام "تاریکی میں سفر پسند کرنا" یا "چمگادڑ کا سا طرز عمل اختیار کرنا" رکھا جا سکتا ہے۔ قران کریم فرماتا ہے: او من کان میتا فاحیینه و جعلنا له نورا یمشی به فی الناس کمن مثله فی الظلمت لیس بخارج منها (کیا جو شخص مردہ تھا پھر ہم نے اسے زندہ کیا اور اس کے لیے ایک نور قرار دیا جس کے سہارے وہ لوگوں کے درمیان چلتا ہے اس کی مثال اس شخص کی سی ہو سکتی ہے جو تاریکیوں میں ہو اور ان میں سے نکل بھی نہ سکتا ہو۔ سورہ انعام ۶ آیہ ۱۲۲) کیا وہ شخص جسے ہم نے زندہ کیا اور اس کے لیے ایک نور قرار دیا، کہ جس نور کی روشنی میں (جو عقل، علم، فہم و بصیرت کا نور ہے) لوگوں کے درمیان چلتا پھرتا ہے اور ہر چیز کو روشنی میں دیکھتا ہے، بصیر اور حقیقت بین ہے۔ وہ ایسے شخص کی مانند ہو سکتا ہے جو تاریکی میں راستہ چلتا ہے، جہالت کی تاریکی میں اپنے آپ کو جہل اور وہم و خیال کے کنڈے کے ذریعے اشیا سے مربوط کرتا ہے، کیا یہ دونوں ایک دوسرے کی مانند ہو سکتے ہیں۔ یقیناً نہیں۔

پس ہم دیکھتے ہیں کہ کچھ لوگ پسند کرتے ہیں کہ اپنے آپ کو جہل کے کنڈے کے ذریعے قرآن سے جوڑیں، ان میں سے اس بہانے سے قرآن کو دور سے دیکھنے کا رجحان پایا جاتا ہے، کہ بس ائمہ اطہار علیہم السلام کو قرآن سے قریب ہونے کا حق حاصل ہے، جبکہ خود ائمۂ اطہارؑ نے ہمیشہ لوگوں کو قرآن میں غور و فکر کی دعوت دی ہے، علاوہ ازیں یہ بھی فرمایا ہے کہ لوگ ہم سے جو کلام نقل اور روایت کریں، تم اسے قرآن کے سامنے پیش کرو، اور قرآن کو کسوٹی قرار دو اگر تم دیکھو کہ وہ قرآن سے مطابقت نہیں رکھتا، تو جان لو کہ وہ ہمارا کلام نہیں ہے، بلکہ اسے ہم سے جھوٹی نسبت دی گئی ہے۔

SIBTAIN.COM

یہ سوچ اور یہ خیال کہ کسی کو قرآن میں غور وفکر کا حق نہیں، اس سوچ کے مالک انسان اور قرآن کے درمیان ایک دیوار اور موٹا پردہ ہے اور اس کے دل میں اس کتاب کریم کی تاثیر اور نفوذ میں رکاوٹ ہے۔ یہ بالکل وہی بات ہے جسے اہل جاہلیت کے بارے میں کہا گیا ہے: "و اذا قرات القرآن جعلنا بینک و بین الذین لا یومنون بالاخرة حجاباً مستوراً" (اور جب تم قرآن پڑھتے ہو تو ہم تمہارے اور آخرت پر ایمان نہ رکھنے والوں کے درمیان حجاب قائم کر دیتے ہیں۔ سورہ بنی اسرائیل ۱۷ آیت ۴۵) صدر اسلام میں لوگ کبھی اس طرح نہیں سوچتے تھے کہ قرآن ہماری آسمانی کتاب تو ہے، مگر ہمیں اس کی صرف تلاوت کا حق حاصل ہے، اس میں غور وفکر اور اس سے براہ راست استفادے کا حق نہیں۔

اسی طرح اگر رسول اکرمؐ کے بارے میں ہمارا طرز فکر حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کے بارے میں اہل جاہلیت کے طرز فکر کی مانند ہو۔ یعنی ہم اپنی خیالی دنیا میں آنحضرت کو بادلوں اور آسمانوں کی بلندیوں پر رکھ چھوڑیں تو پھر ہمارے لیے ان کی سیرت و کردار اور طرز عمل سے استفادہ ممکن نہیں رہے گا۔ اس صورت میں قرآن کی اس آیہ کریمہ کو منسوخ سمجھنا ہوگا کہ: لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنه لمن کان یرجو الله والیوم الاخر (تم میں سے اس کے لیے رسول کی زندگی میں بہترین نمونہ عمل موجود ہے جو شخص بھی اللہ اور آخرت سے امیدیں وابستہ کیے ہوئے ہے۔ سورۂ احزاب ۳۳۔ آیت ۲۱) یعنی ہمارے اور رسول اکرمؐ کے درمیان دیوار چین کی موٹائی کے برابر ایک حجاب حائل ہو جائے گا! آپ کی عملی تعلیمات کسی صورت ہمارے لیے قابل تاسی واقع نہ ہوں گی، اور ان سے استفادے کے لیے ہم کسی صورت ان کے بارے میں غور و فکر نہیں کریں گے، کیونکہ انہوں نے اس روئے زمین پر زندگی بسر نہیں کی ہے، اور وہ ہمارے نظام اور ہمارے مدار سے باہر ہیں حالانکہ آپ بشریت سے پیغمبر تک پہنچے تھے، اور اسی بنا پر آپ فرشتوں پر سبقت حاصل کر گئے تھے کہ آپ بشری اور ناسوتی پہلو کے ساتھ ساتھ انتہائی بلند علوی و ملکوتی پہلو کے بھی حامل تھے۔ کیونکہ آپ بشر تھے، اس لیے بشر کے معلم ہادی اور رہنما بن سکتے تھے۔ قرآن مجید فرماتا ہے کہ اگر بالفرض ہم فرشتے کو بھی رسالت پر مامور کرتے، تو وہ بھی بشر کی صورت میں اور بشر کے لباس میں آتا تاکہ لوگ اسے اپنے لیے معیار قرار دیں، اور اپنے کاموں کو اس کے مطابق بنائیں۔ لیکن ہم اپنے اسی دور سے دیکھنے کے رجحان کی بنا پر ایک جملے میں عرض کریں کہ "کار پاکان را قیاس از خود مگیر" کے بموجب اپنے اور مشعل ہدایت انبیا و اولیا کے درمیان ایک عظیم فاصلہ پیدا کر لیتے ہیں۔

وہ شاعر جس نے یہ شعر "کار پاکان را قیاس از خود مگیر" کہا ہے، اُس کی مراد کچھ اور تھی، جو اس اعتبار سے درست ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اپنا موازنہ پاک لوگوں کے ساتھ نہ کرو، اور یہ تصور نہ کرو کہ تمہارے حالات دوسرے تمام افراد کے حالات ہی کا ایک نمونہ ہیں۔ پس یہ سمجھنا کہ کیونکہ تمہارے اندر نقائص اور معائب پائے جاتے ہیں، اس لیے یہ نقائص اور معائب تمام لوگوں میں موجود ہیں۔ یہ نہ سمجھو کہ سب لوگ تمہاری مانند خود خواہ اور خود پرست ہیں، ان کے وجود پر بھی تمہاری وجود کی طرح صرف اور صرف لالچ، شہوت اور نفسانی خواہش کی حکمرانی ہے۔ تمہیں یہ احتمال رکھنا چاہیے کہ لوگوں میں کچھ لوگ عالی تر درجے اور مرتبے کے مالک بلند تر روح اور فکر کے مالک اور لطیف اور رقیق تر جذبات و احساسات کے مالک بھی ہیں جن چیزوں میں تم گرفتار ہو، وہ ان سے آزاد ہیں یہ شعر مثنوی کی "بادو طوطی" نامی داستان کا ہے (داستان یوں ہے) کہ ایک دکاندار کے پاس ایک طوطا تھا جس کی بول چال اس کا دل لبھاتی تھی، اس کی غیر موجودگی میں وہ طوطا اس کی دکان کی حفاظت بھی کیا کرتا تھا۔

بود بقالی مر او را طوطی ای
خوش نوا و سبز و گویا طوطی ای

SIBTAIN.COM

بر دکان بودی نگہبان دکان
نکتہ گفتی با ہمہ سوداگران

ایک دن دکاندار کہیں گیا ہوا تھا کہ اتفاقاً دکان میں ایک چوہا نکل آیا، وہاں موجود بلی نے چوہے کو پکڑنے کے لیے چھلانگ لگائی، تو طوطا خوف کے مارے ادھر اُدھر اچھلنے لگا اور اس اثنا میں اس سے بادام کے تیل کی بوتل گر گئی۔ جب دکاندار واپس آیا تو اس نے دیکھا کہ باداموں کا تیل گرا ہوا ہے اور طوطے کے پروں پر اس کی چکنائی لگی ہوئی ہے۔ یہ دیکھ کر اس نے طوطے کی مار لگائی جس سے طوطے کے سر کے بال جھڑ گئے اور وہ گنجا ہو گیا۔ طوطے کو یہ بات ناگوار گزری اور اس نے بولنا بند کر دیا۔ دکاندار نے ہر ممکن کوشش کر ڈالی کہ اس کا طوطا دوبارہ باتیں کرنے لگے، لیکن طوطا بول کے نہ دیا۔ دکاندار اپنے اس عمل پر پشیمان ہوا، یہاں تک کہ ایک دن وہ اس سوچ میں ڈوبا ہوا تھا کہ کس طرح طوطے کو دوبارہ بولنے پر آمادہ کرے کہ اُس کی دکان کے سامنے سے ایک گدڑی پوش شخص کا گزر ہوا۔ اتفاق سے اس شخص کا سر گنجا تھا۔ جوں ہی طوطے کی نگاہ اس پر پڑی اور اس نے دیکھا کہ اس درویش کا سر بھی اس کے سر کی طرح گنجا ہے، یکلخت وہ بولنے لگا:

طوطی اندر گفت آمد در زبان
بانگ بر درویش برزد کای فلان
از چہ ای کل باکلان آمیختی
تو مگر از شیشہ روغن ریختی

طوطے نے سمجھا کہ اس درویش کا سر گنجا ہونے کی وجہ بھی یہ ہے کہ اس نے تیل کی بوتل گرادی ہوگی۔ اور اس کے سر پر بھی مکے برسا کر اس کا سر گنجا کر دیا گیا ہوگا۔ لہٰذا اس نے درویش سے کہا:

یقیناً تم نے بھی ایک دن میری طرح بادام کے تیل کی بوتل گرادی ہوگی، جس کی وجہ سے تمہارے مالک نے تمہارے سر پر مکے مار مار کر اسے گنجا کر دیا ہوگا۔ طوطے نے اس درویش کے معاملے کو بھی اپنے معاملے کی طرح سمجھا تھا۔

از قیاسش خندہ آمد خلق را
کو چو خود پنداشت صاحب دلق را
کار پاکان را قیاس از خود مگیر
گر چہ باشد در نوشتن شیر شیر

SIBTAIN.COM

ہماری مراد یہ ہے کہ یہ کہنا کہ خدا کے پاکیزہ بندوں اور اولیا کے کاموں کا اپنے کاموں سے موازنہ نہ کرو اور اپنے کاموں کا ان کے کاموں پر قیاس نہ کرو اور یہ کہنا کہ خدا کے ان پاکیزہ بندوں اور اولیا کا معاملہ یکسر جدا ہے اور انہیں اپنے لیے معیار اور نمونہ عمل قرار نہ دو دو باہم مختلف باتیں ہیں

قرآن کریم کہتا ہے:

"لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللہ و الیوم الاخر و ذکر اللہ کثیراً"

"تم میں سے اس کے لیے رسول کی زندگی میں بہترین نمونہ عمل موجود ہے جو شخص بھی اللہ اور آخرت سے امیدیں وابستہ کیے ہوئے ہے اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتا ہے۔" (سورہ احزاب ۳۳۔ آیت ۲۱)

امیرالمومنینؑ فرماتے ہیں:

''الا و ان لکل ماموم اماماً یھتدی بہ و یستضی بنور علمہ ... الا و انکم لا تقدرون علی ذلک و لکن اعینونی بورع و اجتھاد و عفۃٍ و سدادٍ''

''تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہر مقتدی کا ایک پیشوا ہوتا ہے، جس کی وہ پیروی کرتا ہے، اور جس کے نور علم سے کسب ضیا کرتا ہے۔ میں مانتا ہوں کہ یہ تمہارے بس کی بات نہیں، لیکن اتنا تو کرو کہ پرہیزگاری، سعی و کوشش، پاکدامنی اور سلامت روی میں میرا ساتھ دو۔'' (نہج البلاغہ۔ مکتوب ۴۵)

پس پتا چلتا ہے کہ لوگوں کے نفوس میں دین کی تاثیر کم ہوجانے کی ایک وجہ یہ ہے کہ لوگوں نے اپنے اور قرآن اور رسولِ اکرمؐ کے درمیان جہل اور خیال کی ایک دیوار حائل کر لی ہے، اور اس دیوار نے دین کے نفوذ کا راستہ روک رکھا ہے۔ یہ دیوار ہٹائی جاسکتی ہے، ایک ایسا کام کیا جاسکتا ہے جس کے ذریعے یہ دیوار گر جائے، البتہ (یہ دین کی تاثیر میں کمی کے) علل واسباب میں سے ایک علت اور سبب ہے۔

☆☆☆☆☆

یا علیؑ تو ہے

اوج عصمت پہ درخشاں اختر تو ہے
صدف امامت کا علیؑ! گوہر تو ہے
یا علیؑ تو ہے قطب آسیائے اسلام
توحید و نبوت کی محبت کا محور تو ہے
تو ہی ہے میرے مولا ناطق قرآن
ہمہ انبیاء کا اوصاف میں ہمسر تو ہے
تو ہی ہے خلیفہؑ بلا فصل نبی
یا علیؑ! یا خدا وارث منبر تو ہے
اللہ ہی نے تیرا نام علی رکھا تھا
فاطمہ بنت اسد نے پکارا جسے حیدر تو ہے
بنت نبی حضرت فاطمہ سیدہ جناں
حوراء انسیہ زہرا کا شوہر تو ہے
تیری ہمت و شجاعت کا کیا کہنا مولا
جس نے مارا تھا مہد میں اژدر تو ہے
چشم زدن میں در خیبر کو اکھاڑ دیا
ایک ہی ضرب میں پچھاڑا مرحب و انتر تو ہے
مانے یا نہ مانے کوئی صادق لیکن
اللہ کی خلافت کا مصدر تو ہے
تری عظمت میں کہوں حق یہ ہے کہ
ہر کہ و مہ و بہ سے بہتر تو ہے
میں گناہ گار ہوں شیعہ ہوں تیرا
شفاعت کرنا مری کہ شافع محشر تو ہے
روز محشر جب حوض پہ آؤں میں تیرے
مجھ کو پلانا کوثر کہ ساقی کوثر تو ہے

صادق حسین نگسی کبیروالہ

☆☆☆☆☆☆☆

SIBTAIN.COM

باب المتفرقات

مجالس عزا کے فوائد و عوائد کا ایک شمہ

از قلم آیۃ اللہ علامہ محمد حسین نجفی موسس و پرنسپل سلطان المدارس

ارباب عقل و دانش پر یہ حقیقت مخفی نہیں ہے کہ اگر ہماری یہ مجالس و محافل اور ماتمی جلوس صحیح طریقے وسلیقے سے انعقاد پذیر ہوں تو بے شمار فوائد و عوائد کے حامل ہیں اور حق تو یہ ہے کہ ماضی کے بعض تاریک ترین دوروں اور نامساعد حالات سے گزرنے کے باوجود مذہب حق کی بقاء اور اس کی ترقی واشاعت کا راز اسی عزاداریٔ سید الشہداء میں پوشیدہ نظر آتا ہے جیسا کہ فرانسیسی مورخ ڈاکٹر جوزف نے اپنی کتاب ''الاسلام والمسلمون'' میں اس حقیقت کا اظہار کیا ہے۔ اب ذیل میں ان مجالس و محافل کے بعض فوائد کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

(۱) یہ مجالس دینی معلومات حاصل کرنے کا وہ مدرسہ ہیں جن میں تمام طبقات کے لوگ شرکت کر کے دینی معلومات از قسم اصول و فروع دین، اسلامی تاریخ، تمدن و معاشرت، اخلاق اور سیرت معصومینؑ کے درس حاصل کرتے ہیں جن سے اصلاح عقائد و اعمال میں خاصی مدد ملتی ہے۔

(۲) امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ذریعہ سے لوگوں کو اطاعت گزاری کا حکم اور غفلت شعاری سے ممانعت کر کے مقصد خلقت کی تکمیل میں مدد کی جاتی ہے۔

(۳) معصومین علیہم السلام کے فضائل اور صفات جلیلہ اور مخالفین کے برے خصائل و صفاتِ رذیلہ کا تذکرہ ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے سامعین میں فطری طور پر اپنے اندر صفات جمیلہ پیدا کرنے اور صفاتِ رذیلہ سے اجتناب کرنے کا ملکۂ صالحہ پیدا ہوتا ہے۔

(۴) امام الشہداءؑ علیہ السلام کے عظیم کارناموں کے تذکرہ سے سننے والوں کے اندر حق کی نصرت اور باطل کا مقابلہ کرنے کا صحیح جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

(۵) یہاں چونکہ دین حق کی حفاظت و صیانت کے لیے خود اختیاری طور پر آئمہ طاہرینؑ اور بالخصوص امام حسین علیہ السلام کے جانگداز مصائب برداشت کرنے کے تذکرے ہوتے ہیں جن سے ان کے نام لیواؤں کے دل میں مذہب کی حقانیت راسخ ہوجاتی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ کبھی مذہب اہل بیتؑ ترک کر کے کسی اور مذہب کو اختیار نہیں کرتے۔

(۶) یہاں دین اسلام کے معارف و حقائق بیان ہوتے ہیں جن سے مقصد شہادت حسینؑ کی تکمیل ہوتی ہے۔

(۷) یہاں چونکہ مظلومین کی مظلومیت اور ظالمین کے واقعات

SIBTAIN.COM

ظلم و جور کو موثر اور دل نشین انداز میں بیان کیا جاتا ہے اس لیے سامعین کے دلوں میں مظلوم سے الفت اور ظالم سے نفرت کا ولولہ پیدا ہوتا ہے۔

(۸) یہاں دنیائے دوں کی حقارت و بے ثباتی اور آخرت کی جلالت و ہمیشگی کے واقعات بیان کئے جاتے ہیں جس کی وجہ سے سامعین میں "زہد" و "تقویٰ" جیسی جلیل القدر صفتیں پیدا ہوتی ہیں۔

(۹) یہاں ائمہ طاہرین علیہ السلام پر حمایت حق کی وجہ سے وارد شدہ مصائب و شدائد اور ان کے صبر و رضا کے تذکرے کئے جاتے ہیں جس کے سبب سے ان کے نام لیواؤں کے اندر صبر و رضا اور بالخصوص دین کے معاملہ میں وارد شدہ تکالیف برداشت کرنے کا خوابیدہ شوق بیدار ہو جاتا ہے۔

SIBTAIN.COM

(۱۰) اس سے مجالس منعقد کرنے اور ان میں شرکت کرنے والوں کا جناب رسالت مآبؐ اور ان کی آل اطیاب کے ساتھ محبت اور قلبی لگاؤ کا عملی ثبوت مل جاتا ہے کیونکہ محبوب کی خوشی سے خوش ہونا اور اس کے غم سے غمناک ہونا ایک فطری اور جبلی تقاضا ہے۔ اسی بنا پر امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کا ارشاد کا ارشاد (شیعتنا خلقوا من فاضل طینتنا یحزنون لحزننا و یفرحون لفرحنا) (بحار الانوار، ج ۱۳، ص ۲۸۹، طبع قدیم) اور حضرت باقر العلوم علیہ السلام کا فرمان ہے: (شیعتنا من تابعنا فی افعالنا و لم یخالفنا اذا امنا امن و اذا خفنا خاف) ہمارا شیعہ وہ ہے جو ہمارے اعمال میں ہماری پیروی کرتا ہے اور جب ہم امن میں ہوں تو وہ امن میں ہوتا ہے اور جب ہم خوف زدہ ہوں تو وہ بھی خائف ہوتا ہے۔ (تفسیر برہان، ۲، ص ۱۷۳، طبع تہران) تلک عشرۃ کاملۃ۔

انہی حقائق کی بنا پر حضرات معصومین علیہ السلام ایسی مجالس و محافل کو محبوب رکھتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے اپنے صحابی فضیل سے دریافت فرمایا: "اے فضیل کیا تم باہم بیٹھ کر اور مجالس برپا کر کے احادیث بیان کرتے ہو؟ فضیل نے عرض کیا: ہاں فرزند رسولؐ! فضیل کا یہ جواب سن کر امامؑ نے فرمایا: (تلک مجالس انا احبھا) "ایسی مجالس کو میں محبوب رکھتا ہوں۔" پھر فرمایا: (رحم اللہ من احیی امرنا) خدا اس بندے پر رحم فرمائے جو ہماری شریعت کو زندہ کرتا ہے۔ (نفس المہموم)

☆☆☆☆☆

بقیہ مجالس کیسی ہوں

دین کی مخالفت مرجع کی مخالفت و توہین امام وقت تصور ہوگی کیونکہ مرجع یعنی مجتہد فقیہ امام علیہ السلام کے حکم سے ہی اجتہاد کرتا اور عوام کے دین و عقائد اور اعمال کی صحت کا ذمے دار ہے۔ اس کا انکار امام کا انکا اور امام کے قول کے مطابق "اس کو رد کرنے والے امام کو رد کرنے والا ہے اور ان کو رد کرنے والا خدا کو رد کرنے والا ہے ایسے افراد اگر تشیع کے مدعی ہیں تو پھر مرجع کی ہدایت پر عمل کرنا پڑے گا ورنہ شیخیہ فرقہ یا کوئی فرقہ قبول کرنا ہوگا نہ کہ فرقہ حقہ شیعہ۔ ممتاز حسین نقوی بیڑ سیالکوٹ

باب المتفرقات

مقصد شہادت امام حسینؑ خود امام حسینؑ کے کلام حقیقت ترجمان کی روشنی میں

ازقلم آیۃ اللہ علامہ محمد حسین نجفی موسس و پرنسپل سلطان المدارس

حضرت امام حسین علیہ السلام کے مقصد شہادت پر سب سے زیادہ روشنی آپؑ کے اس وصیت نامہ سے پڑتی ہے جو آپؑ نے مدینہ سے روانگی کے وقت اپنے بھائی جناب ابن الحنفیہؒ کے نام لکھا تھا۔ اس میں آپؑ فرماتے ہیں: (بسم اللہ الرحمن الرحیم هذا ما اوصیٰ به الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ الی اخیه محمد المعروف بابن الحنفیة ان الحسین یشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریک له و ان محمداً صلی الله علیه و آله عبده و رسوله جاء بالحق من عند الحق و ان الجنة و النار حق و ان الساعة اٰتیة لا ریب فیها و ان الله یبعث من فی القبور و انی لم اخرج اشراً و لا بطراً و لا مفسداً و لا ظالماً و انما خرجت لطلب الاصلاح فی امة جدی صلی الله علیه و آله ارید ان آمر بالمعروف و انهی عن المنکر و اسیر بسیرة جدی و ابی علی بن ابی طالب علیه السلام فمن قبلنی بقبول الحق فالله اولیٰ بالحق و من رد علی هذا اصبر حتی یقضی الله بینی و بین القوم بالحق و هو خیر الحاکمین و هذه وصیتی یا اخی الیک و ما توفیقی الا بالله علیه توکلت و الیه انیب)

''یہ وہ وصیت نامہ ہے جو حسین بن علیؑ نے اپنے بھائی محمد بن الحنفیہؒ کے نام لکھا ہے۔ حسینؑ گواہی دیتے ہیں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ واحد ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ اور جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ اس کے عبد خاص اور اس کے فرستادہ برحق رسول ہیں۔ اور یہ کہ جنت و جہنم برحق ہیں۔ اور قیامت بلاشک ضرور آئے گی اور خدا مردوں کو زندہ کرکے اٹھائے گا۔ (اس کے بعد واضح ہو کہ میں کسی قسم کا فساد پھیلانے یا غرور و تکبر کا اظہار کرنے یا سلطنت حاصل کرنے یا ظلم و ستم کرنے کے لیے نہیں نکل رہا بلکہ اپنے جد نامدار کی امت کی اصلاح کی خاطر نکل رہا ہوں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ معروف (نیکی) کا حکم دوں اور منکر (برائی) سے روکوں (جس میں پورے عالم انسانیت کی فلاح و بہبود ہے) اور اپنے جد نامدار اور پدر عالی وقار کی سیرت پر چلوں پس جو شخص مجھے برحق سمجھ کر قبول کرے گا (جو کہ سراسر حق ہے) تو حق تعالیٰ اس کے حق کو قبول کرنے میں اولیٰ ہے اور جو شخص میرا انکار کرے گا تو میں صبر کروں گا۔ یہاں تک کہ خداوند عالم جو بہترین حکم کرنے والا ہے میرے اور قوم (جفاکار) کے درمیان مناسب فیصلہ کرے۔ اے بھائی! یہ میرا وصیت نامہ ہے خدا ہی کے قبضۂ قدرت میں توفیق ہے۔ میں اسی پر بھروسہ کرتے ہوئے اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔''

ان مقاصد جلیلہ کے حصول کی خاطر حسینؑ نے اقدام جہاد فرمایا اور شہادت عظمیٰ کے درجۂ رفیعہ پر فائز ہوئے۔

ع خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

SIBTAIN.COM

باب المتفرقات

شہادتِ حسینؑ نے پورے عالم انسانیت کو ہلاکت ابدی سے بچالیا

ازقلم آیۃ اللہ علامہ محمد حسین نجفی موسس و پرنسپل سلطان المدارس

اگر ذرا بنظر غائر تاریخی حالات کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ امام حسینؑ نے اپنی شہادت عظمیٰ کے ذریعہ سے نہ صرف اسلام کو کفر و شر کی یلغار سے بچایا ہے بلکہ پورے عالم انسانیت کو ابدی ہلاکت و بربادی سے بھی بچایا ہے۔ ارباب عقل و خرد جانتے ہیں کہ انسان اور عام حیوان میں مابہ الامتیاز جوہر عقل ہی ہے چونکہ انسان میں یہ جوہر نفیس موجود ہے اس لیے وہ خیر و شر، حسن و قبیح اور حلال و حرام میں تمیز کرتا ہے اور حیوان چونکہ اس گرانقدر عطیہ الٰہی سے محروم ہے اس لیے وہ اپنی خورد و نوش اور حرکات و سکنات میں خوب و زشت اور حلال و حرام کی قید سے آزاد ہوتا ہے اسے جو کھانے کی چیز مل جائے اس سے پیٹ بھر لیتا ہے پینے کی ہو تو اسے پی لیتا ہے اور جنسی تسکین مٹانے کی اس سے اپنی اس خواہش کی تکمیل کر لیتا ہے۔ اس کی بلا سے کہ وہ جائز ہے یا ناجائز اس کا یہ فعل عقلاء کی نظر میں ممدوح ہے یا مذموم؟ اور اس کی یہ حرکت حسن ہے یا قبیح؟ کیوں؟ اس لیے کہ وہ جوہر عقل و خرد سے محروم ہے لیکن اگر انسان عقل کے باوجود اس سے کام نہ لے اور حیوان کی طرح مطلق العنان ہو کر بندۂ نفس اور غلام ہوا و ہوس بن جائے۔ اور خیر و شر کے پیمانے توڑ کر حلال و حرام کی حدود پھاند کر اور حسن و قبیح کی قیود سے آزاد ہو کر وحشیانہ حرکات کرنے لگے۔ تو پھر خالق کائنات کی نگاہ اشرف میں حیوانات سے بھی بدتر قرار پاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد قدرت ہے:

(قلوب لا یفقھون بھا و لھم اعین لا یبصرون بھا و لھم اذان لا یسمعون بھا اولئک کا النعام بل ھم اضل) (سورہ اعراف، آیت ۱۷۹) ”جو لوگ عقل تو رکھتے ہیں مگر اس سے سوچتے ہیں نہیں۔ کان رکھتے تو ہیں مگر (حق کو) سنتے نہیں۔ آنکھیں تو رکھتے ہیں مگر (حق و حقیقت کو) دیکھتے نہیں وہ حیوانات کی مانند ہیں بلکہ اس سے بھی بدتر اور گمراہ تر۔

اب ذرا یزید کے نظریات اور اس کے اعمال کو پیش نظر رکھ کر تھوڑا سا غور کیجئے۔ تو آپ پر یہ حقیقت واضح و عیاں ہو جائے گی کہ یزید نہ صرف یہ کہ اسلام کا دشمن تھا اور اسے صفحۂ ہستی سے مٹانا چاہتا تھا۔ بلکہ وہ پورے عالم انسانیت کا جانی دشمن تھا۔ وہ اس کی ہلاکت و تباہی کے منصوبے بنا رہا ہے۔ وہ چاہتا تھا کہ پینے کے سلسلہ میں پانی و شراب کا امتیاز ختم ہو جائے اور جنسی خواہش کی تکمیل کے سلسلہ میں ماں اور بہن کی قید ختم ہو جائے۔ (ملاحظہ ہو: تاریخ الخلفاء ص ۱۳۶ وغیرہ) اور حصول مقصد میں صدق و کذب کے حدود ٹوٹ جائیں۔

ظاہر ہے کہ اگر یزید اپنے ان ناپاک اور مہلک انسانیت عزائم میں کامیاب ہو جاتا تو آج کم از کم کرۂ ارضی پر انسان تو

SIBTAIN.COM

ہوتے مگر ان کے اندر روح انسانیت نہ ہوتی۔ لہٰذا آج جو انسانوں میں انسانیت موجود ہے یہ شہادت حسینؑ کا فیض ہے۔ ان حقائق سے ثابت ہو جاتا ہے کہ حسینؑ صرف ''شہید تشیع'' نہیں اور نہ فقط شہیدِ اسلام ہیں بلکہ وہ ''شہید انسانیت'' ہیں۔

انسانیت کے نام پہ کیا کر گئے حسینؑ
ہر دور کے بلند خیالوں سے پوچھ لو

چونکہ شہادت حسینؑ کے مقصد میں آفاقیت پائی جاتی ہے اس لیے اس کے آثار بھی عمومی اور ہمہ گیر ہیں جو لوگ خدا کو خدا نہیں جانتے اور رسول کو رسول نہیں مانتے۔ غرضیکہ جو اسلام کو دین خدا نہیں سمجھتے۔ وہ لوگ بھی بارگاہِ حسینؑ میں اخلاص و عقیدت کے پھول نثار کرتے ہوئے اور ان کی محبت میں اشک غم بہاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ونعم ما قیل۔

تو اپنے خون پاک کے چھینٹوں سے اے حسینؑ
انسان کی شرافتِ خفتہ جگا گیا
اسلام کی کشش کا نہ جن پر اثر ہوا
تو درد بن کے ان کے دلوں میں سما گیا

اگر اب تک بھی کوئی قوم حسینؑ کی بارگاہِ معلیٰ میں سرِ نیاز خم نہیں کرتی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہنوز اس نے مقصد شہادت حسینؑ پر مکمل غور و فکر نہیں کیا جب بھی وہ اس پر غور و تامل کرے گی تو پھر آغوشِ حسینیت میں ہی اپنی نجات تصور کرے گی انشاء اللہ

انسان کو بیدار تو ہو لینے دو
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسینؑ

شام غریباں

عاشورا! شام ڈھل گئی چھائی غم کی رات
جانے ہے کس طرح کٹی نازک بدن کی رات

سر کوئی لے گیا اور انگشتری کوئی
لٹتے ہوئے گزر گئی اس بے وطن کی رات

تیر و سناں سے زخمی ٹاپوں سے پائمال
پتھروں کے نیچے ڈھل گئی مالک عدن کی رات

روح الامین جس کا جھولا جھلاتا تھا
گزری تڑپ تڑپ کر شاہ زمن کی رات

دکھڑے سناتے نانا کو اور ماں بتول کو
مقتل میں یوں بسر ہوئی اس بے کفن کی رات

کاٹی یزیدیوں نے رقص و شراب میں
آہ و فغاں میں کٹ گئی آل امن کی رات

آوازِ العطش سے صحرا تھا کانپتا
شطِ فرات پر بھی تشنہ دھن کی رات

بھائیوں کے لاشے سامنے بچوں کی سسکیاں
کربل میں اس طرح کٹی اجڑی بہن کی رات

چاروں طرف تھا پہرہ لشکر یزید کا
روتے ہوئی تمام اسیرِ رسن کی رات

صادقؔ سوار دوشِ پیمبر تھا جو حسینؑ
مٹی پہ سوتے گزری اُس پارہ تن کی رات

(صادق حسین گھمی کبیر والہ)

SIBTAIN.COM

باب المتفرقات

مجالس کیسی ہوں

ازممتاز حسین نقوی پیڑہ سیالکوٹ

ہندوستان میں قوالی کا موجد ایک صوفی المسلک میر خسرو تھا۔ اُس نے دیکھا کہ ہندو مندروں میں عبادت گا کر کرتے ہیں۔ اسی طرح سکھ بھی گردواروں میں گرنتھ صاحب کی پوجا بھی گا کر ہی کرتے ہیں اور ساز بھی ہوتے ہیں ان کی دیکھا دیکھی اس نے بھی قوالی کو ذریعہ تبلیغ تصوف بنالیا۔ قوالی کو دیکھ کر بعض افراد نے جن کا خاندانی پیشہ ہی گانا بجانا تھا انہوں نے تھوڑی سی تبدیلی کر کے یہی مظاہرہ منبر رسول پر شروع کر دیا عوام نے اسے بھی قوالی کی طرح پسند کیا اور ان فنکاروں کی خوب حوصلہ افزائی کی۔ یہ دیکھ کر ہم اپنے فن میں کامیاب نہیں انہوں نے اپنا نام ذاکر رکھ دیا۔ حالانکہ خداوند تعالیٰ اور حضرت محمد و آل محمد علیہم السلام بھی ذاکر ہیں۔ اس نام سے غلط فائدہ اٹھا کر قوم پر مسلط ہو گئے۔ نوبت بایں جا رسید کہ انہوں نے علماء کی مخالفت شروع کر دی بقول مولانا حسین بخش جاڑا صاحب علماء کی ہجو لکھ کر اُس کا نام قصیدہ رکھ دیا اور منبر پر گانا شروع کر دیا۔ پھر کیا تھا عوام نے انہیں کے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ مالی لحاظ سے بھی ان کا مقصد پورا اور علماء سے متنفر کرنے کا مقصد بھی پورا ہو گیا اور یہ سلسلہ تا حال جاری اور ساری ہے۔ جب قوم شیعہ میں دینی شعور بیدار نہیں ہوتا یہ اپنے ہدف اور مقصد میں کامیاب ہیں اسی طرح بقول مولانا محمد سبطین سرسوی صاحب کلرک العلماء لیکن اب یہ کلرک لعلماء اب علامہ بن کر خوب الوسیدھا کر رہے ہیں۔ بعض تو کلرک بننے کے قابل بھی نہ تھے لیکن باوجود کسی دینی مدرسہ سے تعلیم حاصل نہ کرنے کے علامۃ الدہر ہیں ان علاموں کے بعض رسالہ ولائت میں انٹرویو پڑھے جا سکتے ہیں۔ یہ شیخیوں کا رسالا ہے جو کراچی سے شائع ہوتا ہے۔ اب مجلس کے متعلق کہ کیسی ہوں معصومین علیہم السلام کے فرامین ملاحظہ فرمائیں وہ مجالس جس میں سامعین کے لئے نصیحت ہو ان کے بارے میں پیغمبر اسلام فرماتے ہیں۔ ’’ وارتعو فی ریاض الجنۃ‘‘ یعنی جنت کے باغوں میں جاؤ تفریح کرو اُن سے بہرہ مند ہوں۔ کسی نے سوال کیا یا رسول اللہ جنت کہاں اور باغ کہاں ہیں۔ حضرت نے فرمایا مجالس الذکر مجالس یاد و نصیحت رسول خدا سے کہا گیا ہم جو ابھی مرے نہیں مریں گے تو جنت میں جائیں گے آپ نے فرمایا میری جنت کے باغات سے مراد یہ ہے کہ مجالس بپا کرو جن میں یاد خدا ہو اہلبیت یعنی معصومین علیہم السلام کی یاد ہو موجودہ مجالس میں اللہ قرآن رسول اللہؐ بالکل نکال دیا گیا ہے صرف دو آئمہ علیہم السلام کا ذکر ہوتا ہے یعنی علی علیہ السلام وہ بھی اس لئے کہ نعرے خوب لگتے ہیں اور

SIBTAIN.COM

امام حسین علیہ السلام ان کے نام پر گریہ آہ وفغاں ہوتا ہے خواہ خود ساختہ فضائل و مصائب کذب بیان پر مبنی روایات ہی کیوں نہ ہوں۔ اب علی علیہ السلام کی جگہ لال شہباز قلندر کے قصائد گائے جا رہے ہیں کیونکہ قصائد سے سامعین میں جوش پیدا ہوتا ہے اور ناچتے بھی تھک جاتے ہیں اور ذاکر کا مقصد پورا اسے کامیابی سمجھ لیا جاتا ہے اور دعوتیں بھی زیادہ ملتی ہیں۔ تقریباً یہی حال ان نام نہاد علاموں کا ہے۔

فضیل بن یسار جو کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے شاگرد تھے بیان کرتے ہیں ہم چند شیعہ اکٹھے بیٹھے ہوئے تھے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا تجلسون وتحدثون کیا تم اکٹھے بیٹھتے ہو اور ہماری احادیث بیان کرتے ہو میں نے عرض کی نعم جعلت فداک یا ابن رسول اللہ۔ یعنی ہاں فرزند رسول میں آپ پر قربان جاؤں حضرت نے فرمایا فاحیوا یا فضیل فرحم اللہ من حی امرنا۔ اے فضیل ہمارے امر کو زندہ رکھو اور ہمارے حقوق اور معارف کو زندہ رکھو جو ہمارے امر کو زندہ رکھے گا خدا اُس پر رحمت نازل فرمائیگا اور فرمایا احکام، مسائل، قرآن مجید اور آئمہ کی ولائت ہمارے حقوق ومعارف کو زندہ رکھو پھر فرمایا وتلک المجالس احبھا۔ میں ایسی مجالس کو دوست رکھتا ہوں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ احکام مسائل قرآن مجید آئمہ علیہ السلام کی ولائت کا زندہ رہنا ایسی ہی مجالس کی وجہ سے ہے اگر ایسی مجالس نہ ہوتیں تو آئمہ کی ولائت اور امور لوگوں کے درمیان زندہ نہ ہوتے۔ اس سلسلہ میں ایک محقق عالم دین نے کیا خوب کہا کہ اگر ائمہ علیہم السلام کی ولائت کی بقا کا انحصار ایسی مجالس پر ہے تو ان کا انعقاد مستحب نہیں بلکہ واجب ہوگا۔ بالخصوص شیعہ عوام پر واجب ہے کہ اکٹھے ہوں اور ایسی مجالس بپا کریں ورنہ لوگ مسائل، احکام، اخلاق حرام و حلال عقائد قرآن مجید و فرامین انبیا احادیث محمد وآل محمد علیہم السلام کہاں سے لیں گے اور یاد کریں گے محمد وآل محمد علیہم السلام کے امر کا انحصار راگ غنا کذب بیانی میں نہیں کیونکہ یہ خدا اور معصومین علیہم السلام کے نزدیک گناہ کبیرہ حرام ہے جس کی سزا جہنم ہے اور جھوٹی روایات کا بیان کرنا دیا آئمہ معصومین علیہم السلام کے حق میں جسارت ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام کی ایک حدیث میں ہے ''اجتمع فی مجالس قوم لم و یذکروا اللہ عزوجل و لم یذکرونا الا کان ذالک المجلس شھرہ علیھم یوم القیامۃ فان ذکرنا من ذکر اللہ و ذکر عدونا من ذکر الشیطان'' یعنی جو لوگ ایک جگہ (مجلس) میں جمع ہوں اور اس مجلس میں اللہ تعالیٰ اور ہم اہلبیت علیہم السلام کا ذکر نہ کریں وہ مجلس قیامت کے دن ان کے لئے حسرت بن جائے گی۔ اس لئے ہمارا ذکر اللہ کا ذکر ہے اور ہمارے دشمن کا ذکر شیطان کا ذکر ہے۔ ''لم فتح اللہ و بکم یختم'' انہی مجالس اللہ کے نام سے شروع اور اللہ کے نام پر ہی مجلس کا اختتام ہو۔ آگے امام فرماتے ہیں جو ہماری مجلس میں بیٹھا ہے خدا اُس کے گناہوں کو بخش دیتا ہے اور قیامت کے دن خوف و ہراس سے ہماری پناہ میں ہوگا ہماری حدیثوں کا ذکر کرو اگر تم نے حدیث کو لے لیا تو ہدایت ونجات پاگئے۔ اگر تم نے حدیث کو چھوڑ دیا تو تم گمراہ اور ہلاک ہو گئے۔ تم ان کو اخذ کرو میں تمہاری نجات کا ضامن ہوں۔

SIBTAIN.COM

امام علیہ السلام کے فرمان پر غور کریں کہ کیا موجودہ وقت میں مجالس میں سوائے چٹکلے بازی۔ لعن طعن علماء حقہ کی مخالفت سر تال کذب بیانی کے سوا کہیں قران مجید اور احادیث معصومین علیہم السلام کا ذکر ہوتا ہے۔ احادیث بھی صحیح نہ کہ خود تراشیدہ۔ قرآن مجید فرامین معصومین علیہم السلام کتب علمائے حقہ شیعہ خیر البریہ کھنگال ڈالیں۔ غنا بازی،۔ غلط روایات۔ افکار شرکیہ و کفریہ کا نام و نشان تک نہ ملیگا بلکہ ان کی مذمت ہی ملے گی۔ اور یہ توہین اسلام یعنی مذہب حقہ تشیع ہے ایسے افراد کا مسلک تشیع سے اتنا ہی تعلق ہے جتنا عبداللہ ابن سباء اور ابوالخطاب ملعونین کا البتہ فرقہ ضالا شیخیہ منحرفہ میں یہ ان کے مذہب کا حصہ ہے۔ اور ایسے نظریات کے حامل افراد کی مجالس جس میں حلال و حرام احکام حقائق و معارف اور محمد و آل محمد علیہم السلام کے امر کا احیاء نہ ہو وہ مجالس عند المعصومین علیہم السلام ناپسندیدہ ہی نہیں بلکہ باعث دخلول جہنم ہیں اور جنت کی بشارت تو دور کی بات ہے جہنم کی وعید ہی ملے گی سامعین و بانیان کو بھی غور کرنا چاہیئے کہ کہاں جا رہے ہیں۔ امام آخر الزمان علیہ اسلام اپنے ایک خطبہ میں علامہ شیخ مفید علیہ الرحمہ کو تحریر فرماتے ہیں ہمارے شیعہ ایسے کام کرنے لگ گئے ہی جو ہمیں پسند نہیں اسی شئے نے ہمیں اپنے شیعوں کی نظروں سے دور کر دیا ہے خداوند تعالیٰ سے مدد چاہتے ہیں اور اُسی کی مدد ہمارے لئے کافی ہے۔ وہ بہترین وکیل ہے جو کچھ منبروں پر ہو رہا ہے کیا امام وقت کو یہ پسند ہے یا اس سے نفرت سوچنے سمجھنے کی بات ہے۔

اکثر علماء اپنے وقت کے امام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوتے کہ یا ابن رسول اللہؐ میں چاہا ہوں کہ اپنا دین وعقیدہ آپکی خدمت میں پیش کروں تاکہ مجھے پتہ چلے کہ میرا دین عقیدہ و نظریات صحیح ہیں یا نہ اور آپ تائید فرماتے یا نہ اگر کہیں غلطی ہو تو تصحیح فرما دیں۔ ایسے علماء کی کافی مثالیں ہیں۔ بلکہ بعض نماز کی صحت کے لئے امام کی خدمت میں پیش کرتے۔ ایسے ہی اپنے وقت کا ایک بلند پایہ عالم دین شہزادہ عبدالعظیم حسنی تھے یہ امام حسن علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے ان کا مزار تہران میں زیارت گاہ عام و خواص ہے ان کے متعلق روایت ہے کہ ان کی زیارت کا اتنا ہی ثواب ہے جتنا امام حسین علیہ السلام کی زیارت کا ثواب ہے نیز یہ امام محمد تقی اور علی نقی علیہم السلام کے اصحاب میں سے تھے۔ امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں کہ مولا اجازت دیں تاکہ میں اپنا دین آپکے سامنے پیش کروں اور آپ فرمائیں کہ سلامت ہے یا نہ اور میرے عقائد کی اصلاح بھی فرما دیں اجازت ملنے پر انہوں توحید، رسالت، امامت، قبر، جنت جہنم سوال منکر نکیر وغیرہ بیان کئے۔ حضرت امام نقی علیہ السلام نے فرمایا خدا کی قسم "ھذا دیننا و دین آبائنا" یعنی میرا اور میرے اباؤ اجداد کا یہی دین ہے۔ امام فرماتے ہیں "انت ولینا حقا" یعنی تو در حقیقت ہمارا دوست ہے۔ اب اتنا بڑا عالم اپنا دین درست کرانے میں عار نہیں سمجھتا تو ہم کہیں شمار و قطار میں ہیں شیعوں کو چاہیئے کہ علماء ربانیوں کی خدمت میں پیش ہو کر دین کی صحت کا سرٹیفکیٹ حاصل کریں نہ کہ علماء حقہ کی مخالفت اور بائیکاٹ عالم دین کی مخالفت

بقیہ صفحہ نمبر ۲۹ پر ملاحظہ فرمائیں

SIBTAIN.COM

باب المتفرقات

غدیر قرآن کی روشنی میں

نوازش علی خان از رسالہ پیام مسجد

۱۔ آیہ ابلاغ: یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک و ان لم تفعل فما بلغت رسالتہ و اللہ یعصمک من الناس ان اللہ لا یھدی القوم الکافرین (مائدہ:۶۷)

۲۔ آیہ اکمال دین: الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا (مائدہ:۳)

۳۔ آیات سوال عذاب: سال سائل بعذاب واقع (المعارج:۱)

ان آیات کی شان نزول کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے۔ ہجرت کے دسویں سال پیغمبر اسلامؐ نے حجۃ الوداع کی نیت سے مکہ مکرمہ کی طرف سفر کا آغاز کیا پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ حج ادا کرنے کے شوق سے جزیرۃ العرب سے تقریبا ایک لاکھ بیس ہزار مسلمان عازم مکہ ہوئے مراسم حج کے اختتام کے بعد جب نبی اکرمؐ نے واپس مدینہ لوٹنا چاہا تو لوگ آپ کو الوداع کرنے کے لیے آپؐ کے قافلے کے ساتھ ہو لیے۔ یہ عظیم قافلہ جب مکہ سے باہر غدیر خم نامی میدان میں پہنچا تو وحی نازل ہوئی اور رسول اکرمؐ نے وہاں ٹھہرنے کا حکم دیا۔ اتنے میں فرمان نازل ہوا "یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک و ان لم تفعل فما بلغت رسالتہ"

اے پیغمبرؐ خداوند عالم کی طرف سے جو کچھ نازل ہوا ہے اسے پہنچا دے اگر آپؐ نے یہ کام نہ کیا تو گویا رسالت ہی نہیں پہنچائی اور خدا آپ کو لوگوں کے شر سے بچائے گا۔

اس آیہ مبارکہ میں غور کرنے سے چند نکات واضح ہو جاتے ہیں۔

۱۔ فرمان اس قدر مہم تھا کہ تکمیل رسالت اسی پر موقوف تھا۔

۲۔ رسول اکرم کو لوگوں کی طرف سے اقربا پروری کے اتہام کا خدشہ تھا اس لیے اللہ نے وعدہ کیا۔

۳۔ تمام احکام الٰہی یعنی نماز و روزہ و جہاد وغیرہ رسول اکرمؐ پہنچا چکے تھے لہٰذا یہ ایسا حکم تھا جس کا اعلان ابھی تک رسول اکرمؐ نے نہیں کیا تھا۔

رسول اکرمؐ کے حکم سے سلمان، ابوذر، مقداد اور عمار یاسر نے پتھروں اور اونٹوں کے پالانوں سے رسول کے قد برابر ایک منبر تیار کیا نماز ظہر رسول اکرم کی اقتداء میں باجماعت ادا کرنے کے بعد رسول اکرمؐ بالائے منبر کھڑے ہو گئے۔ امیر المومنینؑ کو بلایا اور منبر پر رسول اکرمؐ کے دائیں طرف کھڑے ہو گئے۔

رسول اکرمؐ نے خطبہ غدیر کا آغاز کیا اور خطبہ کے دوران فرمایا: "من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ اللھم و آل من والاہ و عاد من عاداہ"

اور اپنے بعد حضرت علیؑ کو اپنا جانشین منتخب کیا۔ ابھی خطبہ

SIBTAIN.COM

غدیر ختم ہوا ہی تھا کہ حضرت جبرائیل وحی خدا لے کر نازل ہوئے کہ ''الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا'' (مائدہ:۳)

آج میں نے تمہارا دین کامل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمتیں تمام کیں اور تمہارے لیے دین اسلام پر راضی ہوا۔ تو رسول اکرمؐ نے فرمایا: اللہ اکبر. اللہ اکبر علی اکمال الدین و اتمام النعمۃ و رضی الرب برسالتی و الولایۃ لعلی من بعدی۔ خدا بزرگ ہے جس نے دین کو کامل نعمتوں کو تمام اور میری رسالت اور میرے بعد علیؑ کی ولایت پر راضی ہوا۔

پھر سب نے حضرت علیؑ کو ولایت کے منصب پر فائز ہونے کی وجہ سے مبارکباد کہنا شروع کی اور جن بزرگان نے حضرت علیؑ کو مبارکباد دی ان میں حضرت ابوبکر و عمر بھی تھے اور حضرت عمر نے سب کے سامنے یہ کہا: ''بخ بخ لک یا ابن ابی طالب اصبحت مولای و مولا کل مومن و مومنۃ'' مبارکباد ہوا ے ابوطالبؑ کے بیٹے! آج سے آپؑ سب مومن مردوں اور مومن عورتوں کے رہبر بن گئے ہیں۔

علامہ امینی نے مکمل تحقیق کرنے کے بعد کہا ہے کہ اس حدیث کو ۱۱۰ اصحابہ اور ۸۴ تابعین نے نقل کیا ہے، ۳۶۰ علماء نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور ۲۶ کتابیں غدیر کے بارے میں لکھی ہیں۔

آیہ ابلاغ اور اکمال دین کے بارے مختصر عرض کرنے کے بعد سورہ معارج کی پہلی تین آیات ''سال سائل بعذاب واقع (۱) للکافرین لیس لہ دافع (۳) من اللہ ذی المعارج (۳)'' کے بارے مختصر عرض کرتا ہوں۔ ابن عباس روایت کرتے ہیں جب خدا کے حکم سے رسول اکرمؐ نے حضرت علیؑ کی ولایت کا اعلان کیا و نعمان بن حارث فہری نامی ایک شخص کھڑا ہوا اور اعتراضاً کہا۔ اے محمدؐ آپ نے لا الہ الا اللہ پڑھنے کا حکم دیا۔ ہم نے عمل کیا اپنی رسالت پر ایمان لانے کا حکم دیا، ہم ایمان لائے۔ نماز، روزہ اور حج ادا کرنے کا حکم دیا ہم نے تعمیل کی اور آج اپنے چچا زاد کا ہاتھ پکڑ کر اعلان کیا ''من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ'' بتاؤ یہ اعلان خدا کے حکم سے کیا ہے یا اپنی طرف سے؟ رسول اللہؐ نے فرمایا: خدا کی قسم! اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں یہ حکم خدا ہے۔ تو حارث نے کہا: ''و اذا قالوا اللہ ان کان ھذا ھو الحق من عندک فامطر علینا حجارۃ من السماء او ائتنا بعذاب الیم (انفال:۳۲)''

ترجمہ: خدایا اگر یہ حق ہے تو ہمارے اوپر آسمان سے پتھر برسا۔ خدا نے ایک پتھر آسمان سے اس کے سر پر گرایا اور وہ ہلاک ہوا۔ سال سائل بعذابِ واقع (المعارج۱) اسی شخص کے ارے میں نازل ہوئی ہے۔

نتیجہ: آیہ ابلاغ و اکمال دین اور سورہ معارج کی پہلی آیات غدیر سے متعلق ہیں ان آیات کے شان نزول اور تفسیر پر غور کرنے سے ولایت علیؑ قرآنی آیات کی روشنی میں ثابت ہو جاتی ہے۔

مسلم اول شہ مردان علی ☆ عشق را سرمایۂ ایمان علی
ذات او دروازہ شہر علوم ☆ زیر فرمانش حجاز و چین و روم
مرسل حق کرد نامش بوتراب ☆ حق یداللہ خواند در ام الکتاب
از ولائے دودمانش زندہ ام ☆ در جہان مثل گہر تابندہ ام

SIBTAIN.COM

باب المتفرقات

امام حسینؑ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی عملی تفسیر

از کتاب اقدار عاشورا سید جواد نقوی

امام حسینؑ نے وصیت نامہ میں اپنے خروج کا مقصد امر بالمعروف ونہی عن المنکر قرار دیا، آپ کے کلمات میں جگہ جگہ اس عظیم فریضہ کا تذکرہ ملتا ہے جب نانا کی قبر سے رخصت ہور ہے تھے تو فرمایا: "اے اللہ! یہ تیرے نبی محمدؐ کی قبر ہے، اور میں تیری نبی محمدؐ کا نواسہ ہوں، مجھے جس امر کا سامنا ہے، اسے تو بہتر جانتا ہے، اے اللہ! میں معروف سے محبت کرتا ہوں اور منکر سے بیزار ہوں۔

بعض علماء نے خطبہ منیٰ کے ذیل میں یہ حصہ بھی نقل کیا ہے جس میں اس عظیم فریضہ کی طرف اشارہ کیا ہے، آپ نے فرمایا:

"اے لوگو! خداوند متعال نے علماء یہود کی مذمت کر کے اپنے اولیاء کو جو نصیحت کی ہے تم اس سے عبرت حاصل کرو جب خداوند متعال نے فرمایا! علماء احبار (علماء یہود) انہیں غلط اور گناہ کارانہ باتوں سے کیوں نہیں روکتے تھے، اللہ کا ارشاد ہے، بنی اسرائیل میں سے جنہوں نے کفر اختیار کیا ان پر لعنت کی گئی ہے، یہاں تک فرمایا کہ جو کچھ وہ کرتے تھے وہ نہایت ہی برا تھا، خداوند متعال نے ان کی مذمت اس وجہ سے فرمائی کہ اپنے سامنے ظالمین کو فساد و فحشاء اور منکرات انجام دیتے ہوئے دیکھتے، اس کے باوجود انہیں روکتے نہیں تھے اور اس نہی نہ کرنے کی وجہ، ان ظالم اور ستم کاروں کی طرف سے انہیں پہنچنے والے فائدوں میں رغبت اور ان کی طرف سے پہنچنے والے نقصان کا ڈر تھا، جبکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ لوگوں سے مت ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو! اور اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ مومنین اور مومنات ایک دوسرے کے دوست ہیں وہ ایک دوسرے کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتے ہیں"۔

امام حسینؑ نے ایک خطبہ کے ضمن میں فرمایا:

"خداوند تعالیٰ نے فریضہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر سے اس وجہ سے آغاز کیا چونکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا اگر یہ فریضہ ادا ہوجائے اور قائم ہوجائے تو تمام دیگر مشکلیں اور آسان فرائض قائم و بپا ہوجائیں گے، کیونکہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر اسلام کی طرف دعوت، غصب شدہ حقوق کی واپسی ستم کاروں کی مخالفت، فئی اور غنائم (بیت المال) کی صحیح تقسیم اور صدقات کو مناسب مقامات سے لیکر حق داروں تک پہنچانے کا ذریعہ ہے۔

امر بالمعروف پر تاکید کرنا امام حسینؑ کی سیرت ہے، آپ نے قیامت تک اس کے حصول مقرر کرتے ہوئے فرمایا:

اریدان امر بالمعروف و انھیٰ عن المنکر

حضرت امام حسین علیہ السلام نے قرآن کریم کی اس آیت کی اپنے مبارک خون سے تفسیر کی:

و لتکن منکم امة یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و اولٰئک ھم المفلحون (سورۃ آل عمران آیت ۱۰۴)

SIBTAIN.COM

دوسروں نے بھی اس آیت کی تفسیر کی ہے، عظیم الشان مفسرین نے اس آیت کے ذیل میں اپنے بیانات قلمبند کیے ہیں لیکن ان کا طریقہ کار یہ تھا کہ کتابخانہ میں بیٹھ کر چند کتب کا مطالعہ کر کے دوسری آیات اور روایات دیکھ کر پھر جو کچھ ذہن میں آیا اسے اپنے قلم کے ذریعے ان آیات کے ذیل میں لکھا ہے جب کہ امام حسینؑ نے تلواروں کے سائے میں کھڑے ہو کر سخت گرمی میں بھوک اور پیاس کی حالت میں، میدان کارزار میں دشمنوں سے مقابلہ کرتے ہوئے اس آیتِ شریعہ کی عملی تفسیر پیش کی اور لوگوں کو بتایا کہ اگر قرآن کو سمجھنا چاہتے ہو، اگر اس آیت کی تفسیر مانگتے ہو، تو اس کی تفسیر یہ ہے، جو میں آج کر رہا ہوں، جب بھی دیکھو لوگ منکرات پر عمل کر رہے ہیں اور مثبت اقدار کو مٹا رہے ہیں معروف پر عمل نہیں کر رہے ہے، تو اس وقت تم پر واجب ہے کہ اقدار کی جنگ کا علم بلند کرو، میری سیرت پر چل پڑو، یہ شعار اور نعرہ بلند کرو:

امر بالمعروف ونہی عن المنکر، تقریروں کے ذریعے منبروں پر بیٹھ کر نہیں ہوتا منبر پر بیٹھ کر کسی کو حکم نہیں دیا جا سکتا ہے اور نہ ہی کسی کو روکا جا سکتا ہے، منبروں پر زیادہ سے زیادہ وعظ و نصیحت کی جا سکتی ہے کوئی روایت اور آیت پڑھی جا سکتی ہے یا کوئی تاریخی واقعہ بیان کیا جا سکتا ہے یہ بھی ان منبروں کی بات ہے کہ جن پر اہل علم بیٹھتے ہیں، بعض منبر تو ایسے بھی ہیں کہ جن پر بیٹھے خطباء لوگوں میں جہالت اور ضلالت پھیلاتے ہیں لیکن جو اچھے منبر ہیں ان پر کم از کم وعظ و نصیحت اور اخلاق کے متعلق باتیں تو ہوتی ہیں لیکن وعظ و نصیحت کرنا، لوگوں کو تعلیم دینا، اخلاق سکھانا اور چیز ہے اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنا اور چیز ہے۔

اس مطلب کی ایک مثال کے ذریعے وضاحت کرتے ہیں کہ اگر ٹریفک قوانین کی خلاف ورزی ہو رہی ہو، اگر آپ چاہیں کہ ان خلاف ورزیوں کا مقابلہ کیا جائے تو مسجد میں بیٹھ کر، منبروں سے کبھی بھی ان خلاف ورزیوں کا مقابلہ نہیں ہو سکے گا اس لئے کہ خلاف ورزیاں تو چوک میں، ہائی وے اور روڈ پر ہو رہی ہیں جس کو ٹریفک کی خلاف ورزیاں روکنی ہیں وہ چوک میں جا کے کھڑا ہو جائے وہ خلاف ورزیاں کرنے والوں کے نرغے میں کھڑا ہو کر دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے ہوئے یا تنگ دہل، شرق و غرب سے آنے والوں کو حکم دے ادھر سے آنے والوں کو روکے، ادھر سے آنے والوں کو جانے دے، اپنے اشاروں سے اپنی سیٹیوں سے ان کو سمجھاتے ہوئے خلاف ورزیوں سے منع کرتا ہے۔

اگر ایسا شخص کہے کہ میں ٹریفک قوانین کی خلاف ورزیوں کا مقابلہ کر رہا ہوں تو یہ حق بجانب ہے اس لئے کہ اس کا یہ عمل سب کچھ بتا رہا ہے، لہٰذا ٹریفک قوانین کی خلاف ورزیوں کی روک تھام، کتابوں میں لکھنے سے، منبروں پر بیان کرنے سے ممکن نہیں اسی طرح امر بالمعروف ونہی عن المنکر کتابوں سے نہیں ہوتا تقریروں اور خطبوں سے ادا نہیں ہوتا اس کیلئے میدان عمل میں جانا پڑتا ہے۔ معروف اور منکر معاشرے میں موجود ہیں جہاں پر منکر پھیلایا جا رہا ہو، وہاں پر جا کر منکر کو روکا جا سکتا ہے۔

جب لوگوں نے حضرت امام حسینؑ کو مشورے دیئے تو بعض لوگوں نے کہا آپ مکہ میں ٹھہر جائیں، وعظ و نصیحت کرتے رہیں، منبر پر جا کر امر بالمعروف ونہی عن المنکر بیان کرتے رہیں، اس طرح یہ جہاد ادا ہو جائیگا لیکن امام حسینؑ نے فرمایا: ہرگز ایسا نہیں کروں گا، بلکہ میں عراق جا کر امر بالمعروف و

SIBTAIN.COM

نہی عن المنکر کروں گا، وہا جا کر منکر سے ٹکراؤں گا جہاں سے منکر پھیلایا جا رہا ہے آپ نے فرمایا:

کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ حق پر عمل نہیں ہو رہا ہے اور باطل سے روکا نہیں جا رہا ہے تو ایسے حالات میں مومن کو چاہیے کہ اپنی جان دینے سے دریغ نہ کرے بلکہ لقاء اللہ کیلئے آمادہ ہو جائے۔

جب حق پر عمل نہ ہو رہا ہو جب باطل سے روکنے والا کوئی نہ ہو تو اس صورت میں امر بالمعروف کی ضرورت ہوتی ہے اس وقت اقدار کی زرہ پہن کر اقدار اور کردار کی شمشیر اٹھا کر، میدان اقدار میں ڈٹ جاؤ، اور اقدار کو پامال کرنے والوں کو للکارو، اسی کا نام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔

حسینیت اور یزیدیت:

امام حسینؑ نے اقدار کے میدان میں قدم رکھ کر اقدار کی جنگ کا آغاز کیا تو فرمایا: کہ میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کیلئے قیام کر رہا ہوں۔ امام حسینؑ نے اس جنگ میں اقدار بچائی ہیں اور انہیں ہمیشہ کیلئے زندہ کیا ہے جبکہ منفی اقدار کا مقابلہ کر کے ان کو ختم کیا ہے یہ اقدار کی جنگ بہت قدیم عرصہ سے جاری تھی دونوں طرف سے جنگجو لڑتے رہتے تھے لیکن حضرت امام حسینؑ نے اس کو فتح کیا، لیکن وہ کونسی اقدار ہیں کہ جنہیں امام حسینؑ نے زندہ اور اجاگر کر کے قیامت تک روز روشن کی طرح ثابت، مستحکم اور استوار بنا دیا کہ اب کسی یزید کی جرأت نہیں کہ ان اقدار کو اپنی جگہ سے ہلا سکے اس لیے کہ ان اقدار کی جڑوں میں امام حسینؑ کا خون آ گیا ہے امام حسینؑ کے اصحاب اور اولاد کے خون سے ان کی آبیاری ہوئی ہے، ناموس حسینؑ کا جہاد اس میں شامل ہے۔

☆☆☆☆☆

اخبار غم

۱۔ نائب حاجی نذیر حسین ڈیرہ دھانیکا داخلی کوٹ مومن کی والدہ رضائے الٰہی سے وفات پا گئی ہے اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

۲۔ جناب ملک محمد افضل صاحب آف گڑھ مہاراجہ ضلع جھنگ کے والد گرامی رضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں اللہ تعالیٰ مرحوم کے گناہ معاف فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

۳۔ جناب سید یونس حسین صاحب آف کراچی رضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے۔

۴۔ جناب منظور حسین صاحب آف محلہ حسین آباد ساہیوال ضلع سرگودھا کا جوان سال بیٹا رضائے الٰہی سے وفات پا گیا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر و اجر سے نوازے۔

۵۔ جناب سید کفایت حسین آف دھندہ ماچھی ضلع راولپنڈی رضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں مرحوم بڑے دیندار مخلص مرد مومن تھے اللہ تعالیٰ مرحوم کی بخشش فرمائے اور پسماندگان کو صبر عطا فرمائے۔

۶۔ جناب ڈاکٹر عابد علی جعفری صاحب آف مدینہ سیداں ضلع گجرات کے والد سید دلدار حسین جعفری کریم شاہی رضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر و اجر سے نوازے۔

SIBTAIN.COM

کیا آپ نے کبھی سوچا ہے؟

☆ ہر شخص کو ایک نہ ایک دن عمل کی دنیا سے رخصت ہونا ہے اور جزا کے عالم میں سمانا ہے یہاں جو کچھ اور جیسے اس نے عمل کیے اسی لحاظ سے اس کو مقام ملنا ہے خوش نصیب ہیں وہ افراد جنہوں نے اپنے مستقبل پر غور کیا اور اس چندروزہ زندگی میں ایسے کام کیے جس سے ان کی زندگی زیست ہوگئی۔

☆ آپ بھی اگر چاہتے ہیں کہ قیامت تک آپ کے نامہ اعمال میں نیکیاں جاتی رہیں اور ثواب میں اضافہ ہوتا رہے تو فی الفور حیثیت قومی تعمیراتی کاموں میں دلچسپی لیں اور قومی تعمیراتی اداروں کو فعال بنا کر عنداللہ ماجور وعندالناس مشکور ہوں۔

☆ ان قومی اداروں میں سے ایک ادارہ جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ سرگودھا بھی ہے آپ اپنے قومی ادارے جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ کی اس طرح معاونت فرما سکتے ہیں۔

1۔ اپنے ذہین وفطین بچوں کو اسلامی علوم سے روشناس کرانے کیلئے ادارہ میں داخل کروا کر۔

2۔ طلبہ کی کفالت کی ذمہ داری قبول کر کے کیونکہ فرمان معصوم ہے جس کسی نے ایک طالب علم کی ٹوٹے ہوئے قلم سے بھی مدد کی گویا اس نے ستر مرتبہ خانہ کعبہ کو تعمیر کیا۔

3۔ ادارہ کے تعمیراتی منصوبوں کی تکمیل کیلئے سیمنٹ، بجری، ریت، اینٹیں وغیرہ مہیا فرما کر۔

4۔ ادارہ کی طرف سے ماہانہ شائع ہونے والا رسالہ "دقائق اسلام" کے باقاعدہ ممبر بن کر اور بروقت سالانہ چندہ ادا کر کے۔

5۔ ادارہ کے تبلیغاتی پروگراموں کو کامیاب کر کے۔

آپ کی کاوشیں اور آپ کا خرچ کیا ہوا پیسہ صدقہ جاریہ بن کر آپ کے نامہ اعمال میں متواتر اضافے کا باعث بنتا رہے گا۔

ترسیل زر کیلئے

پرنسپل جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ

زاہد کالونی عقب جوہر کالونی سرگودھا فون **0301-6702646**

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

- قیامت کے دن اسی کو امن و امان حاصل ہو گا جو دنیا میں خدا سے ڈرتا رہا ہو
- وہ قوم کبھی فلاح نہیں پا سکتی جو خدا کو ناراض کر کے مخلوق کی رضا حاصل کرنا چاہے
- میں موت کو سعادت اور ظالموں کے ساتھ زندگی کو ننگ و عار سمجھتا ہوں
- خوف خدا میں گریہ وزاری کرنا دوزخ سے نجات کا ذریعہ ہے
- سب سے زیادہ سخی وہ ہے جو ان کو بھی دے جن سے اسے کوئی امید نہ ہو
- جس نے سخاوت کی اس نے سرداری حاصل کی، جس نے بخل کیا وہ ذلیل ہوا
- وہ بات اپنی زبان پر نہ لاؤ جس سے تمہاری قدر کم ہو جائے
- اہل فسق و فجور کی صحبت بدنامی کی بات ہے
- جس کا مددگار خدا کے علاوہ کوئی نہ ہو، خبردار، اس پر ظلم نہ کرنا
- عقل صرف حق کی پیروی سے کامل ہوتی ہے